ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیّٖن

ٹیلیفون نمبر ۹۱

رجسٹرڈ ایل ۱۰۳

روزنامہ الفضل قادیان

ایڈیٹر

The DAILY ALFAZL QADIAN

قیمت فی پرچہ ۱/

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۱۵ روپے

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۸ روپے

جلد ۲۸	۱۲ - ماہ تبوک ۱۳۱۹ ہش	۸ - شعبان ۱۳۵۹ ھ	۱۲ - ستمبر ۱۹۴۰ء	نمبر ۲۰۸

GURDASPUR DELY. 12 SEP 40 7.30 A.M.

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنگ میں دشمنوں سے عدیم النظیر حسن سلوک

"بعض لوگ جن کو حق کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے جب ایسی تعلیم سنتے ہیں۔ تو اور کچھ نہیں۔ تو یہی اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ اسلام میں ہمدردی اگر ہوتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑائیاں کیوں کی تھیں؟ وہ نادان اتنا نہیں جانتے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جنگ کئے۔ وہ تیرہ برس تک خطرناک دکھ اٹھانے کے بعد کئے۔ اور وہ بھی مدافعت کے طور پر تیرہ برس تک ان کے ہاتھوں سے آپ تکالیف اٹھاتے رہے۔ مسلمان مرد اور عورتیں شہید کی گئیں۔ آخر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں بھی ان ظالموں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ تو خدا تعالےٰ نے مظلوم قوم کو مقابلہ کا حکم دیا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ شریروں کی شرارت سے مخلوق کو بچایا جائے۔ اور ایک حق پرست قوم کے لئے راہ کھل جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کے لئے بدی نہیں چاہی۔ آپ نور رحم مجسم تھے۔ اگر بدی چاہتے۔ تو جب آپ نے پورا تسلط حاصل کر لیا تھا۔ اور شوکت اور غلبہ آپ کو مل گیا تھا۔ تو آپ ان تمام ائمۃ الکفر کو جو ہمیشہ آپ کو دکھ دیتے رہتے تھے۔ قتل کرا دیتے۔ اور اس میں انصاف اور عقل کی رو سے آپ کا پلّہ بالکل پاک تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ عرف عام کے لحاظ سے اور عقل وانصاف کے لحاظ سے آپ کو حق تھا۔ کہ ان کو قتل کروا دیتے۔ مگر نہیں۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا۔ آج کل جو لوگ غدر کرتے ہیں۔ اور باغی ہوتے ہیں۔ انہیں کون پناہ دے سکتا ہے۔ جب ہندوستان میں غدر ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد انگریزوں نے تسلط عام حاصل کر لیا۔ تو تمام شریر باغی ہلاک کر دیئے گئے۔ اور ان کی یہ سزا بالکل انصاف پر مبنی تھی۔ باغی کے لئے کسی قانون میں رہائی نہیں۔ لیکن یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا۔ کہ اس دن آپ نے فرمایا۔ کہ جاؤ تم سب کو بخش دیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوع انسان سے بہت بڑی ہمدردی تھی۔ ایسی ہمدردی کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اس کے بعد بھی اگر کہا جائے۔ کہ اسلام دوسروں سے ہمدردی کی تعلیم نہیں دیتا۔ تو اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا۔"

(الحکم نمبر ۳ - جلد ۹ - ۲۴ - جنوری ۱۹۰۵ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور معاہدات کی پابندی

اللہ تعالےٰ انبیا اور مرسلین کو دنیا میں اس لئے بھیجتا ہے۔ کہ لوگ اپنی زندگی ان کے اسوۂ حسنہ کے مطابق بسر کر سکیں۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ کسی انسان کو ہم اخلاق کاملہ کا حامل اس وقت تک نہیں کہہ سکتے۔ جب تک کہ اس کی زندگی میں اس سے ہر قسم کے اخلاقِ عالیہ ظاہر نہ ہوں۔ ہمارا ایمان ہے۔ اور ہم واقعات کی بناء پر اس یقین پر قائم ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ جس طرح اخلاق عالیہ کا ظہور ہوا۔ دنیا کی ساری تاریخ میں بنی آدم میں سے کوئی انسان ایسا نہیں پیش کیا جا سکتا۔ جس کو آپ کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے۔ آپ کی زندگی کے جس پہلو پر بھی نظر کی جائے۔ اس میں آپ کا اسوہ فقید المثال نظر آتا ہے۔ اس وقت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ان معاہدات کا ذکر کروں گا۔ جو آپ نے غیر مسلموں سے کئے۔ اور اس عمدگی کے ساتھ انہیں نبھاہا۔ کہ دنیا کی تاریخ میں ان کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

سب سے پہلے میں قرآنی تعلیم کو لیتا ہوں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا (بنی اسرائیل) یعنی اے مسلمانو تم اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ کیونکہ خدا کے حضور تمہیں اپنے عہدوں کے متعلق جوابدہ ہونا پڑے گا

بظاہر یہ ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا۔ کہ دنیا کے امن کا انحصار ہی محض اس بات پر ہے۔ کہ جب ایک قوم دوسری قوم سے یا ایک حکومت دوسری حکومت سے کوئی معاہدہ کرے۔ تو پھر اس معاہدہ کے پورا کرنے میں خواہ اسے کس قدر تکلیف کیوں نہ ہو اسے پورا کرے۔ اگر اس اصل کو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو بین الاقوامی تعلقات قائم ہی نہیں رہ سکتے۔ اور دنیا میں کوئی امن کا سانس لے ہی نہیں سکتا۔ دُنیا میں جس قدر جنگیں اور فساد ہوتے ہیں۔ اگر ان کے اسباب و وجوہ پر غور کیا جائے۔ تو ان میں سے اکثر کی تہ میں یہی بات نظر آئے گی۔ کہ کسی قوم نے اپنی ہمسایہ قوم کے ساتھ جو معاہدہ کیا۔ اس کی خلاف ورزی کی گئی۔ اسلام نے معاہدہ کی پابندی یہاں تک ضروری قرار دی ہے کہ اگر کسی مسلمان قبیلے کا کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ معاہدہ ہو۔ اور پھر کسی دُوسرے مسلمان قبیلہ کا اس غیر مسلم قوم کے ساتھ جھگڑا ہو جائے تو مسلمانوں کو حکم ہے۔ کہ وہ اپنی غیر مسلم معاہد قوم کے خلاف اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد نہ کریں۔ بلکہ ان کا فرض ہو گا۔ کہ وُہ اپنے عہد پر قائم رہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے والذين آمنوا ولم يهاجروا ما لكم من ولايتهم من شيء حتى يهاجروا. وان استنصروكم في الدين فعليكم النصر الا على قوم بينكم وبينهم ميثاق والله بما تعملون بصير (انفال) یعنی جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ مگر وُہ ہجرت کر کے اسلامی حکومت میں منسلک نہیں ہوئے۔ ان کے متعلق اے مسلمانو تم پر کوئی خاص ذمہ داری نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے تمہارے ساتھ آملیں۔ ہاں اگر ایسے مسلمان کسی دینی معاملہ میں مدد مانگیں۔ تو تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کرو۔ لیکن اگر وُہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کے خلاف تم سے مدد مانگیں۔ جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے۔ تو پھر تم ہرگز ان کی مدد نہ کرو۔ اور بہر حال اپنے عہد پر قائم رہو۔ اور جانو کہ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اس قرآنی تعلیم کے متعلق جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عمل کو دیکھتے ہیں۔ تو پتہ لگتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس عمدگی اور خوبی کے ساتھ عہدوں کو نبھاہا ان کی مثال ملنا محال ہے ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) بدر کے مقام پر مسلمانوں اور کفار کی فوجیں ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے صف آرا ہوئیں۔ لیکن مسلمان غربت کا شکار نحیف الجثہ، مظلوم، بے کس اور غریب الوطن تھے۔ تعداد بھی ان کی قلیل تھی۔ لڑائی کے فن سے عموماً ناواقف تھے۔ سامان جنگ کے لحاظ سے گویا دشمن کے ساتھ ان کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا۔ مگر ایسی حالت میں جب ان کا ایک مسلمان بھائی حذیفہ بن یمان مکہ سے ہجرت کر کے انکے ساتھ آملا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میں جب مکہ سے نکلا تو قریش نے یہ شبہ کر کے کہ شاید میں آپ کی مدد کے لئے جا رہا ہوں۔ مجھ سے یہ عہد لیا تھا۔ کہ میں آپ کی طرف سے ہو کر نہ لڑوں گا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ تو پھر تم جاؤ۔ اور اپنا عہد پورا کرو ہمیں خدا کی امداد بس ہے سبحان اللہ کیا پاک نمونہ ہے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر طواف کعبہ اور زیارت کی غرض سے نزول فرما ہیں۔ قریش مکہ آپ کے اس ارادہ میں مزاحم ہیں۔ ان کا ایک نمائندہ سہیل بن عمرو آپ کی خدمت میں یہ معاہدہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ کہ اس سال آپ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ اور اگلے سال آئیں مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ نیز یہ کہ اگر اس اثناء میں قریش میں سے کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے پاس چلا جائے۔ تو مسلمانوں کا فرض ہو گا۔ کہ اسے واپس بھجوا دیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آجائے۔ تو وُہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ اتفاق ایسا ہوتا ہے۔ کہ معاہدہ ابھی لکھا نہیں گیا تھا کہ خود سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندل مسلمان ہو کر لشکر اسلامی میں آملتا ہے۔ وحشی اور خونخوار قریش نے اس کے اسلام لانے پر جو جو مظالم ڈھائے۔ اس کا لہولہان بدن اس کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ اس کا زخموں سے چور بدن دیکھ کر جہاں قریش کے خلاف مسلمانوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہاں اس کے لئے رحمت اور شفقت سے وُہ اپنی آنکھیں بچھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ کہ یکایک سہیل نے کہا۔ کہ عہد نامہ کی ایک شرط کے مطابق آپ اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اسے بہتیرا سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ ابھی معاہدہ لکھا جا رہا ہے۔ اسے مستثنیٰ کر دو۔ مگر اس نے ایک نہ مانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے اسے مارتا ہوا اپنے ساتھ لے گیا۔ مسلمان اس دردناک نظارہ کو دیکھ کر بے تاب ہو گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بار بار اسے رہا کرانے کے لئے درخواست کرتے رہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت نہ دی۔ اور اپنی ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ اس سارے نظارہ کو خاموشی سے دیکھتے رہے اللھم صل علیٰ محمد و بارک وسلم انک حمید مجید

(۳) صلح حدیبیہ کے چند روز بعد ایک شخص ابوبصیر نامی قریش کے مظالم سے تنگ آکر اس لئے مدینہ چلا آیا۔ کہ وہاں اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس رہ کر آرام کا سانس لے۔ لیکن وہ بے چارا پہونچا ہی تھا۔ کہ قریش کے دو نمائندے اسے واپس لینے کے لئے آموجود ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے اتنا بھی نہ فرمایا۔ کہ یہ بے چارا ابھی ابھی آیا ہے۔ اسے چند روز آرام کر لینے دو بلکہ فوراً واپس بھیجدیا۔

(۴) ۸ھ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن ابوسفیان نے مسلمانوں کے مکہ میں داخل ہونے سے پیشتر مر الظہران کے مقام پر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عباسؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ ابوسفیان ایک جاہ پسند آدمی ہے اس لئے آپ اسے اعزاز بخش دیں۔ حضور نے فرمایا

(۴) جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اسے امان دی جائے گی۔ اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا۔ اسے بھی امان دی جائے گی۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیگا۔ وہ بھی امان میں رہے گا۔ اور جو شخص بغیر ہتھیار لٹکائے راہ میں ملے گا۔ اسے بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی"۔ اللہ اللہ! کیا پاک۔ اور مقدس انسان ہے۔ اگر آپ کے مقام پر کوئی اور ہوتا۔ تو مکہ میں قتل عام کے لئے بہانے تلاش کرتا۔ مگر آپ نے خون بخشی کی وجوہ تلاش کیں۔ اور پھر اس عہد پر مسلمانوں کو کاربند رہنے کی اس قدر تاکید فرمائی۔ کہ جب آپ کی نظر ایک بلند مقام پر چڑھ کر دیکھنے سے مسلمانوں کے ایک دستہ پر پڑی۔ اور آپ نے دیکھا۔ کہ ان کی تلواریں میان سے باہر ہو گئی ہیں۔ تو فرمایا۔ "میں نے تو یہ سخت حکم نہیں دیا تھا" اور جب وہ دستہ واپس آیا۔ تو ان کے سردار حضرت خالد سے باز پرس فرمائی۔ اور جب تک آپ کو یہ اطمینان نہ ہو گیا۔ کہ کفر کے اس حصہ کے لوگ مسلمانوں کے داخلہ میں سخت مزاحم ہو رہے تھے۔ اور مقابلہ پر اتر آئے تھے۔ اس وقت تک آپ کا غصہ فرو نہ ہوا۔

(۵) ابوسفیان کی بیوی ہندہ ہاں وہ خونخوار ہندہ۔ جس نے جنگ احد میں حضور علیہ السلام کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کرا کر جگر نکلوایا۔ اور اسے دانتوں سے چبایا تھا جب اس نے فتح مکہ کے بعد خفیہ عورتوں میں مل کر بیعت کر لی۔ تو بیعت میں شامل ہونا بھی چونکہ ایک قسم کا عہد ہوتا ہے اس لئے اسے بھی کمال مہربانی سے آپ نے معاف فرما دیا۔ اسی طرح وحشی جس کے ہاتھ سے حضرت حمزہؓ نے جام شہادت پیا تھا۔ اسے بھی بیعت کر لینے پر معافی دے دی گئی۔

یہ چند واقعات بطور نمونہ عرض کئے گئے ہیں۔ ورنہ حضور کی زندگی میں سینکڑوں ایسے واقعات مل سکتے ہیں۔ جن میں آپ نے معاہدہ کے مقابل پر سخت سے سخت تکلیف اور نقصان کی بھی پرواہ نہ کی۔ جب ان واقعات پر یکجائی نگاہ ڈالی جائے۔ تو آجکل کی مہذب اقوام کے قانون کے مطابق بعض واقعات تو ایسے ہیں کہ جن میں شکست خوردہ اقوام کے ساتھ معاہدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ وہ فاتح قوم کے نقصان کے بار کو اپنے سر پر نہ اٹھالے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور فراخ دلی کا یہ حال تھا۔ کہ مخالف کے ذرا سے رجوع پر بھی اپنے سارے نقصان اور تکالیف بھول جاتے۔ اور خندہ پیشانی سے اسے معاف کر دیتے۔

اسی طرح یہود مدینہ کے ساتھ جو آپ کے معاہدات ہوئے انکی سخت نازک حالات میں بھی آپ نے پابندی کی۔ ان لوگوں نے بارہا آپکی جان لینے کی کوشش کی اور خطرناک سے خطرناک سازشیں اور منصوبے آپکے خلاف کئے۔ مگر آپ نے ہر بار درگزر سے کام لیا۔ اور جب معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ تو صرف انہیں یہ کہا۔ کہ جتنا قدر سامان تم اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو لے لو اور مدینہ چھوڑ کر چلے جاؤ۔ غرض کوئی مخالف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سے کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کر سکتا جس سے ثابت ہو کہ حضور نے کسی موقعہ پر عہد شکنی کی۔ اللھم صل علی محمد و بارک وسلم۔ خاکسار شیخ عبد القادر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

اسلام اور جزیہ

اسلامی نظام حکومت میں رعایا پر تین قسم کے ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ ایک ٹیکس خالص مسلم رعایا پر جسے زکوٰۃ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس سے ان مفاد کی حفاظت مقصود ہوتی ہے جن کا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ دوسرا ٹیکس غیر مسلم رعایا پر لگایا جاتا ہے جسے جزیہ کے نام سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اس سے ان مفاد کی حفاظت کی جاتی ہے جن کا تعلق صرف غیر مسلم رعایا کے ساتھ ہوتا ہے۔ تیسرا ٹیکس مشترکہ ہے۔ جو حسب حالات مسلم اور غیر مسلم ساری رعایا پر یکساں طور پر لگایا جاتا ہے۔ جیسے زمین کا مالیہ وغیرہ۔

جزیہ کے متعلق عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ غیر مسلموں پر ایک ناواجب ٹیکس اور غیر معمولی بوجھ ہے۔ لیکن اگر حقیقت حال پر غور کیا جائے۔ تو نہ صرف یہ کہ اس سے یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام نے اپنی مسلم رعایا سے غیر مسلم رعایا کے ساتھ زیادہ نرم سلوک روا رکھا ہے۔ اور اسے زیادہ مراعات دی ہیں۔ اس صورت میں جزیہ کی وصولی اسلام کے لئے اعتراض کا موجب نہیں رہتی۔ بلکہ اسے غیر اسلامی حکومتوں سے ممتاز کرتی ہے۔ کہ اس نے بعض حالات میں اپنی غیر مذہب رعایا کے ساتھ مسلمانوں سے بھی بہتر سلوک روا رکھا ہے۔

در اصل غیر مسلم رعایا سے جو جزیہ کی رقم وصول کی جاتی تھی وہ ان کی جان و مال کی حفاظت پر خرچ کی جاتی تھی۔ اور اصل اخراجات کے مقابلہ میں بہت قلیل ہوتی تھی۔

اسلامی نظام حکومت میں غیر مسلم رعایا کی حفاظت کا فرض مسلمان سپاہیوں پر عائد ہوتا ہے اور جنگ کے ایام میں بھی ان کی حفاظت مسلمان ہی کرتے تھے۔ اور غیر مسلم لوگ جنگی خدمات اور اس کے خطرات سے بالکل آزاد رہتے تھے ایسی حالت میں کیا انصاف کا یہ تقاضا نہ تھا۔ کہ فوجی اخراجات کا ایک حصہ غیر مسلم رعایا ادا کرے اور یہ اس کے لئے ایک بہت بڑی رعایت تھی۔ کہ مسلمان اس کی خاطر جنگ کے مصائب برداشت کریں۔ اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر ان کی حفاظت کریں۔ اور وہ اس کے بدلے میں صرف جزیہ کی ایک حقیر رقم حکومت کو ادا کر دیا کریں۔ اور خود گھروں میں آرام کی زندگی بسر کریں۔

جزیہ کی یہ قلیل رقم بھی تمام غیر مسلم رعایا سے وصول نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ لوگوں کی حیثیت کے مطابق ان سے معاملہ کیا جاتا تھا۔ اور جو لوگ نادار ہوتے تھے انہیں ٹیکس سے آزاد رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ مندرجہ ذیل اقسام کے لوگ اس ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔

(۱) تمام وہ لوگ جو مذہب کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتے تھے۔ (۲) تمام عورتیں اور بچے (۳) تمام بوڑھے اور معمر لوگ۔ جو کام کرنے کے ناقابل ہوتے (۴) نابینا اور معذور لوگ (۵) ایسے غرباء جن کی مالی حالت جزیہ کی ادائیگی کے قابل نہ ہوتی۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تاکید تھی کہ جزیہ کی وصولی میں سختی نہ کی جائے۔ اور جزیہ دینے والے کو اختیار تھا کہ خواہ وہ نقد ادا کرے۔ یا اس کی قیمت کی کوئی جنس دیدے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے عن معاذ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما وجھہ الی الیمن امرہ ان یاخذ من کل حالم دیناراً او عدلہ من المعافری ثیاب تکون بالیمن (سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۶) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر روانہ فرمایا۔ تو انہیں حکم دیا کہ وہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار یا اس کی قیمت کے برابر کوئی کپڑا جزیہ میں وصول کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ کے حصول میں سختی کرنے سے منع کرتے ہوئے یہانتک تاکید فرمائی ہے کہ ان اللہ یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا (سنن ابوداؤد کتاب الخراج)

تلوار اور اسلام

اسلام کا قائل ہے وہ اک ننگ وطن
جو کہتا ہے تلوار ہے اسلام کا منطق

فتویٰ یہ نہیں ہادیٔ اسلام کا ہرگز
یہ کار زبوں ہے کسی بدنام کا منطق

آپس میں لڑو اور رہو غیر کے بندے
ارشادِ محمدؐ ہے نہ ہے رام کا منطق

(سوامی پرکاش نند صاحب "پرتاپ" ۲۱ اپریل ۱۹۲۹ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں بلا وجہ لوگوں پر سختی کرتے ہیں۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا۔ الامن ظلم معاھداً او انتقصہ او کلفہ فوق طاقتہ او اخذ منہ شیئاً بغیر طیب نفسہ فانا حجیجہ یوم القیامۃ (سنن ابوداؤد کتاب الخراج) کہ جو شخص کسی ذمی کے ساتھ ظلم کرے گا یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر بوجھ ڈالے گا یا اس سے کوئی چیز زبردستی بغیر اس کی رضامندی کے لے گا میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔

الغرض اسلام نے اپنی غیر مسلم رعایا پر جو جزیہ کی ایک حقیر سی رقم عائد کی ہے۔ اس کے مقابل میں انہیں جو فوائد اور مراعات دی گئی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور یہ ٹیکس غیر مسلم رعایا کی حفاظت اور انہیں جنگی خطرات سے آزاد رکھنے کے عوض میں ہے ورنہ اگر وہ خود جنگی خدمات میں شریک ہونا چاہیں تو ایسی حالت میں جزیہ کی رقم ان پر عائد نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی ایسے وقت میں یہ رقم ان سے وصول کی جاتی ہے جب کہ خود مسلمان ان کی حفاظت کرنے سے معذور ہوں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ شام کے فتح ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب رومی سلطنت کی طرف سے پھر جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ تو اس علاقہ کے امیر حضرت ابوعبیدہ نے جزیہ کی وصول شدہ رقم عیسائی آبادی کو یہ کہتے ہوئے واپس لوٹا دی کہ اس وقت چونکہ ہم آپ کے حقوق کی کماحقہ حفاظت نہیں کر سکتے اس لئے یہ رقم واپس کی جاتی ہے۔ اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی ہمدردی اور امانت و دیانت کا یہ حال دیکھ کر انہیں دعا دی کہ خدا انہیں کامیاب کرے اور ہم پر حاکم بنائے رکھے۔ چنانچہ جب دوبارہ مسلمانوں نے فتح حاصل کی تو عیسائیوں نے بڑی خوشی منائی اور واپس شدہ ٹیکس کی رقم دوبارہ ادا کر دی۔

پس اسلام نے اپنی غیر مسلم رعایا پر جزیہ کے نام سے جو ٹیکس لگایا ہے اس سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا بلکہ جزیہ کی رقم تمام تر غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ہی وقف ہوتی تھی۔

ملک محمد عبداللہ مولوی فاضل قادیان

جنگ سے قبل اور جنگ کے دوران میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمنوں سے سلوک

جنگ کے دوران میں بالعموم تہذیب و تمدن کے دعوے دار بھی وحشت اور بربریت کے مظاہروں پر اتر آنا کوئی عیب کی بات نہیں سمجھتے بلکہ اپنی قوت و طاقت کے اظہار کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارا سب کچھ قربان ہو۔ اس مقدس انسان پر جس نے کسی حالت میں بھی دشمنوں سے روادارانہ سلوک نظر انداز نہیں فرمایا نہ جنگ سے قبل۔ نہ جنگ کے دوران میں اور نہ جنگ کے بعد۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں سے حسن سلوک کرنے کے متعلق اپنے پیرؤوں کو خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد پہنچایا۔ کہ (۱) لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین (سورۃ ممتحنہ ع ۲) کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے حسن سلوک کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے مذہب کی بنا پر تم سے جنگ نہیں کی۔ اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ یقیناً یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے یعنی تمہارا فرض ہے کہ ایسے لوگوں سے حسن سلوک کرو۔ اور ان سے ملاطفت اور محبت کے ساتھ پیش آؤ۔

(۲) پھر فرمایا ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔ یعنی دشمن کی بدی کا ازالہ اس طرح کرو کہ اس سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ تمہارا گہرا دوست بن جائے گا۔

(۳) ایک اور جگہ فرمایا لایجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ناانصافی پر مائل نہ کر دے یاد رکھو عدل و انصاف تقویٰ کے بہت زیادہ قریب ہے۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں سے محبت کرنے حسن سلوک کرنے اور ان کے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لینے کی پر زور تاکید فرمائی اور جنگ سے قبل ان کے جائز احساسات اور جذبات کا خیال رکھنا ضروری قرار دیا اس کے بعد دوسرا مرحلہ وہ ہوتا ہے جب کہ جنگ چھڑ جاتی ہے ایسی حالت میں انتقامی قوت پورے طور پر جوش زن ہوتی ہے مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حالت میں بھی دشمن سے حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ یعنی فرمایا۔ جنگ کے دوران میں بچوں۔ عورتوں مذہبی لوگوں یعنی پنڈتوں اور پادریوں وغیرہ کی جان و مال کی حفاظت کی جائے پھل دار درختوں اور سرسبز کھیتوں کو نہ کاٹا جائے۔ عبادت گاہوں کو نہ گرایا جائے۔ پبلک راستوں کو بند نہ کیا جائے۔ اگر کوئی غیر مسلم تمہارے پاس اس لئے آئے کہ دین کے متعلق علم حاصل کرے تو اسے آنے دو اور مذہب کی باتیں سنا کر پھر اپنی حفاظت میں اسے امن کی جگہ پہنچا دو۔ اگر دشمن صلح کے لئے ہے تو تم سختی اور بدظنی سے کام نہ لو بلکہ صلح کر لو۔ پھر عرب میں مُردوں کا مُثلہ کرنا عام طور پر رائج تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سختی سے بند کر دیا اسی طرح جنگ احد میں آپ کے دندان مبارک کو شہید کیا گیا۔ آپ کی پیشانی خون آلودہ ہو گئی۔ مگر آپ ایک طرف اپنا خون پونچھتے جاتے تھے اور دوسری طرف یہ دعا فرماتے جاتے تھے کہ رب اغفر قومی فانھم لایعلمون اے میرے رب میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ حقیقت سے ناواقف ہونے کے باعث مجھ سے یہ سلوک کر رہی ہے۔

غرض جنگ سے قبل اور جنگ کے دوران میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمنوں سے نہایت ہی منصفانہ اور عادلانہ سلوک تھا اس میں شک نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دشمنوں کے مقابلہ میں تلوار اٹھانی پڑی۔ اور انہوں نے اپنی شجاعت کے بے نظیر کارنامے بھی دکھائے۔ مگر کسی موقع پر بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ایک لمحہ کے لئے انصاف کو نظر انداز نہیں فرمایا سخت سے سخت مواقع آئے مگر دشمن کو کبھی یہ کہنے کا موقع نہ ملا۔ کہ اس کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کیا گیا۔ دشمن قتل ہوئے۔ زخمی ہوئے قید ہوئے اور ایسا ہونا ہی چاہئے تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کو جنگ کے لئے انہوں نے ہی مجبور کیا تھا۔ مگر کسی مرحلہ پر بھی ان سے غیر منصفانہ اور غیر شریفانہ برتاؤ نہ کیا گیا۔ اور ہم بڑے دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ نہ صرف اپنے فدائیوں اور جاں نثاروں کے لئے مجسم رحمت تھے۔ بلکہ دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے لئے بھی باعث رحمت تھے۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیرت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

ایک عالم اور محقق ہندو ادیب کا شاندار مقالہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے جلسوں کی بنیاد ۱۹۲۸ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ڈالی۔ اور ان کا مقصد یہ قرار دیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تمام پہلو تاریخی واقعات کے طور پر بلا شاعرانہ رنگ آمیزی کے تمام مسلمانوں اور غیر مسلم قوموں میں ظاہر کئے جائیں۔ تا ناواقفوں کی طرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف تصانیف و تقاریر کا سلسلہ بند ہو جائے۔ اور آپ کی پاک سیرت سے سبق لے کر مسلمان اور غیر مسلمان آپس میں مل جلکر رہنا سیکھ لیں۔ ان جلسوں کے انعقاد میں اہل علم و فضل غیر مسلم اصحاب کو شریک کرنے کی خاص ہدایت تھی۔ چنانچہ جب یہ جلسے منعقد ہوئے بہت سے غیر مسلم اصحاب نے ان میں خاص شوق و ارادت سے حصہ لیا اور ملک کی فضاء میں ایک اتحاد و سکون پیدا کرنے میں ملک کی خدمت کی۔

ہندوستان کے ایک لائق فرزند شری یت سندر لعل جی ہندی کے مشہور ادیب نے جو اگرچہ مسلمان نہیں۔ مگر اپنے وسیع علم کے ذریعہ خیر خواہی ملک کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کو ایک مضمون میں پیش کیا ہے۔ جس میں سے ایک حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے

اسلام سے قبل عرب کی مجلسی حالت

یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اسلام نے کس طرح منتشر اور مخالف عناصر کو جمع کر دیا آپ اسلام سے قبل کی حالت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

تمام عرب ہزاروں چھوٹے چھوٹے قبیلوں اور خاندانوں میں منقسم تھا۔ کسی طرح کے اتحاد اور واحد حکومت کا خیال ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کرنے والا نہ تھا۔ ہر قبیلہ کو الگ الگ اپنے ہی خاندان کا گھمنڈ تھا۔ ہر قبیلہ دوسروں سے اپنے آپ کو معزز اور افضل سمجھتا تھا۔ اور اپنی اپنی شرافت اور خاندانی وجاہت ثابت کرنے کے لئے تقریباً تمام قبیلوں میں باہمی جنگ وجدال رہتا تھا۔ حقیقت میں اس وقت تمام عرب ایک بہت بڑی جنگ میں مبتلا تھا۔ جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا تھا قدرتی طور پر ہر قبیلہ کھیتی باڑی یا محنت مزدوری سے چونکہ اپنے گذارہ کے لئے کچھ کمانا موجب عار خیال کرتا تھا۔ اس لئے اپنے دشمن قبیلہ کا مال لوٹ کر کھالینا ان کے لئے باعث فخر تھا۔ منر مندی بالکل مفقود تھی۔ ایک ایک آدمی کے خون کا بدلہ اور پھر بدلے کا بدلہ یہ سلسلہ کئی کئی پشت بلکہ کئی کئی صدیوں تک جاری رہتا تھا دونوں طرف سے کئی کئی قبیلے شامل ہو جاتے لوٹ مار قتل اور ڈاکہ آئے دن کی چیزیں تھیں۔ دشمن کے قبیلوں کی عورتوں کو پکڑ کر لے جانا۔ ہر قبیلہ اپنا حق سمجھتا تھا۔ غلاموں کی خرید و فروخت کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا۔ اس کے متعلق اتنا بتا دینا ہی کافی ہے۔ کہ کسی غلام کو مار ڈالنے کی کوئی سزا نہ تھی۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ہر قبیلہ کے سردار کے علاوہ جو اس قبیلہ کے لوگوں کا حاکم ہوتا تھا۔ اور کسی قسم کی عدالت یا حکومت اس وقت عرب میں نہ تھی۔ جہالت کا یہ عالم تھا۔ کہ ہر عرب زمانہ قدیم کے راجپوتوں کی طرح لڑکی کا باپ ہونا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ بعض اوقات تو جب کسی عورت کے بچہ پیدا ہوتا۔ تو اسکے نزدیک ایک گڑھا کھود دیا جاتا اگر پیدا ہونیوالا بچہ لڑکا ہوتا تو گڑھا بند کر دیا جاتا اور اگر لڑکی ہوتی تو اسی وقت اس گڑھے میں ڈال کر زندہ درگور کر دی جاتی۔ بعض دفعہ لڑکی کی عمر چھ یا نو سال ہونے پر بھی اس کا باپ اسے اپنے ساتھ شہر کے باہر لے جاتا اور اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کر دیتا۔ شراب خوری۔ جوا اور بدچلنی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

مذہبی حالت

اس وقت کے مروجہ مذاہب میں خدائے برتر کا نام عام طور پر سنائی نہیں دیتا تھا۔ درختوں اور ستاروں کی پوجا اور صدہا قسم کے جاہلانہ تخیلات و عقائد کے علاوہ ہر قبیلہ کا اپنا ایک دیوتا یا معبود ہوتا تھا۔ اور وہ کوئی لکڑی کا۔ کوئی پتھر کا۔ کوئی پیتل کا۔ اور کوئی تانبے کا۔ کوئی انسان یا کسی جانور کی صورت کا اور کوئی انگھڑت۔ یہاں تک کہ خود کعبہ میں جو کہ ہزاروں برس پیشتر سے عربوں کی مقدس جگہ تھی۔ ۳۶۰ بت نصب تھے۔ ان بتوں کے سامنے نہ صرف جانور بلکہ آدمیوں کی بھی قربانی کی جاتی تھی۔ مختصر یہ کہ بھدی سے بھدی بُت پرستی اور اندھی تقلید اُس زمانہ کے عربوں کا مذہب تھا۔ اور جب کبھی دو قبیلے برسر پیکار ہوتے تو وہ جنگ ان کے دیوتاؤں کی بھی جنگ سمجھی جاتی تھی۔ اور انسانوں کی طرح دیوتا بھی قید کر لئے جاتے تھے۔

یہودی اور عیسائی مذہب بھی ان دنوں عربوں میں پہنچ چکے تھے۔ لیکن اس وقت کے حالات کے مطابق ان کی حالت بہت زیادہ ابتر تھی۔

سیاسی حالت

طبعی طور پر جس قوم میں کسی قسم کا اتحاد نہ ہو۔ اس کی ملکی حالت بھی اچھی نہیں ہو سکتی۔

اس وقت کے عربوں کی حالت ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت سے بھی بدتر تھی۔ ہندوستان تو اس وقت صرف ایک غیر ملکی قوم کے ماتحت ہے۔ لیکن اس وقت عرب کا زیادہ تر حصہ کئی غیر ملکی طاقتوں کے ماتحت تھا۔ مغرب میں ملک شام سے ملے ہوئے علاقے شاہ روم کے ماتحت تھے۔ مکہ کے جنوب میں بحرہ احمر کے کنارے کے صوبے ملک حبش یعنی ابی سینیا کے بادشاہ کے ماتحت تھے۔ صرف درمیانی ریگستانی حصہ جس میں مکہ اور مدینہ وغیرہ شہر آباد ہیں اپنے آپ کو آزاد سمجھتا تھا۔ اسی طرح کچھ علاقہ ایران کے زیر اثر تھا۔ اور تینوں اپنا اقتدار اور قبضہ جمانے کی کوشش کر رہے تھے۔

الامین

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے حالات نوجوانی تک پیش کر کے آپ کی امانت و دیانت کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

آہستہ آہستہ اپنے خاندان اور شہر کے روزمرہ کے کاروبار میں آپ کی ایمانداری غیر معمولی سیرت اور نیک چلنی کا اثر مکہ کے رہنے والوں پر اتنا گہرا ہوا کہ آپ "الامین" کے نام سے پکارے جانے لگے۔

حلف الفضول

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام انسانوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات کے اظہار کے متعلق آپ لکھتے ہیں۔

اہل مکہ کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ ان دنوں قبیلوں کے سرداروں کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن باہر سے آنے والوں کے لئے نہ کوئی انتظام تھا۔ اور نہ ہی کوئی کچہری۔ جس میں ان کی فریاد سنی جاتی۔ اسی لئے جو کوئی حج کے لئے جاتا اس کا نہ صرف مال و اسباب لوٹ لیا جاتا بلکہ اس کی بیوی بچوں کو بھی چھین لیا جاتا۔ جس کی کوئی داد فریاد نہ تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے ایک کمیٹی بنائی جس کا نام حلف الفضول تھا کمیٹی کے ہر ممبر کو حلف لینا پڑتا تھا۔ کہ وہ ہر دکھی پردیسی کی امداد اور حفاظت کرے گا اس کمیٹی کا نام مکہ کے چار نوجوانوں۔ فضل فضال۔ مفضل۔ فضیل کی یادگار میں رکھا گیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پچاس سال قبل اسی طرح پردیسیوں کی مدد اور حفاظت کیا کرتے تھے۔

مخالفت کا آغاز

اصلاحی قدم اٹھانے پر شرارتوں میں ڈوبے ہوئے قبیلوں نے آپ کی جو مخالفت کی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

چونکہ آپکی تعلیم اسوقت کے عربوں کے خیالات اور خود غرضانہ مقاصد کے مخالف تھی اور جن صدہا بتوں کی پوجا کی بدولت بہت سے عربوں اور خاص کر اہل قریش (جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔) کا گذارہ ہوتا تھا۔ اس لئے وہ کس طرح اپنے معتقدات پر حملہ برداشت کر سکتے تھے۔ قریش مکہ ہی کعبہ کے ۳۶۰ بتوں کے پجاری اور محافظ تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس خاندان کی شان۔ عزت اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گذر اوقات کے مخالف تھی۔ اپنی قوم یا بنی نوع انسان کے مستقبل کو مدنظر رکھنا اور اس کے لئے اپنے خاندان کی وجاہت اور مالی مفاد کو قربان کر دینا۔ ہر کسی کے لئے ممکن نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا باعث یہی تھا کہ آپ نے ایسے امر کے خلاف آواز اٹھائی جس سے ان کے قبیلہ کا دنیوی مفاد وابستہ تھا۔

ناقابل برداشت ایذائیں

جونہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعظوں کا نتیجہ نکلنا شروع ہوا اہل مکہ کی طرف سے انہیں تکلیفیں پہنچنی شروع ہو گئیں جس گلی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلتے آپ کا مذاق اڑایا جاتا۔ آپ کو گالیاں دی جاتیں۔ آپ کو طعنے دیئے جاتے اور پھبتیاں اڑائی جاتیں۔ کئی دفعہ جب کہ آپ نے بولنے کی کوشش کی۔ چاروں طرف سے گالیوں اور پھبتیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ گندگی اور مردہ جانور کی انتڑیاں آپ پر پھینکی جاتیں آپ کو پتھر مار مار کر گھائل کر دیا جاتا۔

تین برس کی مسلسل کوششوں کے بعد تقریباً بیس آدمیوں نے آپ کی پیروی اختیار کی۔ ان میں سے کچھ تو خدیجہ رضؓ علی رضؓ اور ابوبکر رضؓ کی طرح کے تھے جو آپ کے قرب میں رہنے کی وجہ سے آپ کے صدق و سچائی سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور باقی نہایت ہی غریب اور ادنیٰ درجہ کے اشخاص تھے۔ لیکن ایک طرف معدودے چند آدمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پر ایمان لانے لگے اور دوسری طرف اہل مکہ کی طرف سے ان کو ناقابل بیان اذیتیں پہنچنے لگیں جس کے متعلق مندرجہ ذیل چند مثالوں سے اس وقت کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (۱) حضرت بلال رضؓ کو جو ایک حبشی غلام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے جرم میں عرب کی تیز دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر ایک وزنی سِل ان کے اوپر رکھ دی جاتی۔ اور اسلام چھوڑنے اور اپنے پرانے بتوں کی پوجا از سر نو کرنے کے لئے کہا جاتا۔ مگر بلال رضؓ نے قبول نہ کیا۔ اس پر کئی دن تک اسی قسم کی دردناک اذیتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر حضرت ابوبکر رضؓ نے قیمت ادا کر کے انہیں آزاد کرا لیا۔

(۲) یاسر رضؓ اور ان کی بیوی سمیّہ کو بتوں کی پوجا کرنے کی بجائے صرف واحد خدا کی پرستش کرنے کی پاداش میں برچھیاں بھونک بھونک کر مار ڈالا ان کے بے گناہ بیٹے عمّار کو بھی اسی قسم کی اذیتیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ اس نے گھبرا کر اسلام سے انکار کر دیا مگر معاً بعد وہ اپنی اضطراری غلطی سے پشیمان ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر رو دیا اور اپنی اس لغزش کے لئے معافی چاہی۔

(۳) عمدا کے لڑکے خبیب رضؓ کو نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ اذیتیں پہنچائی گئیں شکنجہ میں کس کر ان سے کہا گیا کہ "اسلام چھوڑ دو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے" انہوں نے جواب دیا تمام دنیا کو چھوڑ دوں گا لیکن اسلام نہیں چھوڑ سکتا" ان کے ہاتھ پیر ایک ایک کر کے کاٹے گئے پھر پوچھا گیا "کیا تو چاہتا ہے کہ تیری جگہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتا؟ انہوں نے جواب دیا" قبل اس کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے میں اپنے سارے بال بچے اور خاندان اور مال کے ساتھ مٹ جانا پسند کروں گا خبیب رضؓ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ ان کے گوشت کی ایک ایک بوٹی ہڈیوں سے الگ کر دی گئی خبیب رضؓ شہید ہو گئے۔ لیکن خدائے واحد اور اس کے رسول کا نام ان کی زبان سے نہ مٹ سکا۔

یہ چند واقعات بطور نمونہ ہیں۔

اشاعت اسلام کے ابتدائی تیرہ سالہ دور میں خدا معلوم کتنے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے بدلے میں اس قسم کی اذیتیں دی گئیں۔ اور کتنے خبیب رضؓ شہید ہوئے۔

پہلی ہجرت

۶۲۰ء تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کا وعظ شروع کیا۔ ۶۲۵ء میں اس قسم کی ہیبت ناک دستیوں سے مجبور ہو کر آپ نے اپنے پیروؤں کو مشورہ دیا کہ وہ عرب سے نقل مکانی کر کے حبشہ کے مسیحی بادشاہ کی پناہ میں چلے جائیں پہلے پندرہ آدمی وہاں گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد ۱۰۱ تک پہنچ گئی۔ اہل مکہ نے وہاں بھی ان کا پیچھا کیا۔ اور شاہ حبش سے انہیں واپس مانگا۔ لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ جب جبر و تشدد سے کام نہ چل سکا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کے لالچ دیئے گئے۔ مگر سب رائیگاں گئے۔

حضرت عمر رضؓ کا قبول اسلام

انہی دنوں حضرت عمر رضؓ نے (جو کہ بعد کو اسلام کے دوسرے خلیفہ ہوئے) اسلام قبول کیا۔ جن کے قبول اسلام کا واقعہ اپنے اندر اسلام کا حیرت انگیز اثر اور قریش کی اندھی مخالفت کا عجیب و غریب نمونہ رکھتا ہے۔ نوجوان عمر رضؓ اپنی قوم قریش کی طرف سے ہاتھ میں خنجر لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی نیت سے گئے۔ رستہ میں انہیں معلوم ہوا کہ خود ان کی بہن اور بہنوئی نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ غصہ میں بھر کر پہلے اپنی بہن کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی بہن اپنے گھر کے اندر قرآن پڑھ رہی تھیں۔ باہر سے آیتیں پڑھنے کی آواز عمر رضؓ کے کانوں میں پڑی۔ عمر رضؓ نے فوراً اندر پہنچ کر اپنی بہن کو لہو لہان کر دیا۔ اس کے بعد بہنوئی کو بھی خوب پیٹا۔ اس پر بھی دونوں جب ثابت قدم نظر آئے تو اس کا عمر رضؓ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ عمر نے بہن سے معافی مانگی۔ اب وہ خنجر کی جگہ دل لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ اور فوراً اسلام قبول کر لیا۔

بائیکاٹ

حضرت عمر رضؓ کے قبول اسلام سے قبل قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خاندان اور آپ کے چچا ابو طالب پر زور دینا شروع کیا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھا کر ٹھیک راستہ پر لے آئیں۔ طرح طرح کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو بلا کر سمجھایا کہ اس طرح ساری قوم کو اپنا دشمن بنا لینا درست نہیں ہے۔ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو سمجھایا کہ وہ اپنے قبیلہ کے بتوں کی پوجا کے خلاف وعظ کرنا بند کر دے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے استقلال کے ساتھ جواب دیا "قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ سورج کو میرے داہنے ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ کر مجھے روکنا چاہیں۔ تب بھی جب تک خدا کا حکم ہے میں اپنے نصب العین سے نہیں ہٹوں گا۔"

یہ کہہ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رو پڑے اور اٹھ کر چلنے لگے اس پر بوڑھے ابو طالب کا بھی دل پگھل گیا اور بھتیجے سے باچشم پرنم کہا جب تک میں زندہ ہوں تمہاری حفاظت کروں گا۔

اس کے بعد قریش نے آپ کے پیروؤں اور اہل خاندان کا بائیکاٹ کر دیا تمام اہل مکہ کی طرف سے ایک عہدنامہ لکھ کر کعبہ میں لٹکایا گیا۔ کہ کوئی آدمی آپ اور آپ کے پیروؤں اور اہل خاندان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے۔ اس زبردست مجلسی بائیکاٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمر رضؓ کے اسلام قبول کرنے کے تین برس بعد تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، آپ کے معتقدوں اور آپ کے خاندان کے ممبروں کو مکہ سے باہر ایک تنگ پہاڑی مقام پر چھپ کر رہنا پڑا۔ یہ جگہ ابو طالب کی ملکیت تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار وہاں چھپے ہوئے تھے ان میں سے بہتوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس تین برس کے عرصہ میں قریش کی طرف سے کوشش کی گئی۔ کہ ان لوگوں کو کھانے تک کے لئے بھی کوئی چیز نہ مل سکے۔ اور کئی بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

44

اور آپ کے ساتھیوں کو کئی کئی دن تک فاقے سے رہنا پڑتا۔

سفر طائف

بائیکاٹ ٹوٹ جانے کے بعد ابوطالب فوت ہوگئے۔ مگر قریش کے مظالم کا سلسلہ پہلے کی طرح جاری رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشن کی اشاعت کے لئے مکہ سے باہر کی بستیوں اور ان کے باشندوں کی طرف توجہ کی۔ آپ مکہ سے ۶۲ میل شمال کی جانب طائف شہر میں پہنچے۔ اور وہاں وعظ کرنا شروع کیا مگر وہاں کے لوگوں نے پتھر مارتے ہوئے آپ کو لہولہان کر کے وہاں سے نکال دیا۔ اور تین میل تک آپ کا پیچھا بھی کیا۔ سنہ ۶۲۰ء سے ۶۲۲ء تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تیرہ سالہ زندگی کا جو انسان بے تعصب ہو کر مطالعہ کرے گا۔ وہ پیغمبر اسلام کی سچائی آپ کی ثابت قدمی۔ آپؐ کا ایثار۔ صبر اور آپ کی پاکیزہ دلی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قتل کا مشورہ

آہستہ آہستہ مدینہ کے کچھ لوگوں نے جو حج کی غرض سے مکہ آئے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پند و نصیحت کو سن کر اسلام قبول کر لیا۔ دو برس کے اندر اندر ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اہل مدینہ نے آپؐ کو مکہ سے مدینہ میں آنے کی دعوت دی۔

ادھر مکہ میں خاص کر ابوطالب کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کا غیظ و غضب اور زور بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ قریش کا سب سے بڑا سردار اس وقت ابوسفیان تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اسلام کے مشن کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر اسے اور زیادہ خدشہ لاحق ہوگیا۔ اس نے قریش کے سب سرداروں کو صلاح مشورہ کے لئے اکٹھا کیا۔ ایک نے صلاح دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس پر اندیشہ ظاہر کیا گیا کہ شائد مکہ سے باہر دوسرے قبیلے والے اسلام قبول کر لیں اور اس کی طاقت بڑھ جائے۔ آخر یہ ریزولیوشن پیش ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کوٹھڑی میں بند کر کے چنوا دیا جائے۔ اس پر یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ ممکن ہے آپ کے معتقد آپؐ کو وہاں سے نکال کر لے جائیں۔ آخر میں یہ رائے قرار پائی سوائے آپ کو مارنے کے اور کوئی طریقہ کامیاب نہیں ہو سکتا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی دھڑکا تھا کہ اگر قریش کے کسی ایک خاندان کا کوئی ایک آدمی آپ کو قتل کر دے گا۔ تو ممکن ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو یا آپؐ کے خاندان کا کوئی ممبر خون کا بدلہ لینے پر تیار ہو جائے۔ اس لئے متفقہ رائے سے یہ تجویز قرار پائی کہ مکہ کے ہر خاندان سے ایک ایک آدمی خنجر لے کر نکلے۔ اور سب اکٹھے جا کر اپنا اپنا خنجر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک میں بھونک دیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے خلاف سازشوں اور ان میں دشمنوں کی ناکامیوں کے تفصیلی تذکرہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ کبیر کا ایک مشہور قول ہے کہ ؎

راکھن ہارے سائیاں مار نہ سکے کوئی

ہجرت

قریش کی اس تجویز سے پہلے مدینہ والوں کی دعوت کو قبول کیا جا چکا تھا۔ سنہ ۶۲۲ء میں راستے کی صعوبتوں مخالفانہ حملوں کا ثابت قدمی کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے ۲۸۶ میل چل کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ پہنچے۔ اپنے معتقدوں کو جن کی تعداد اس وقت ۲۰۰ سے اوپر پہنچ چکی تھی کہ ہجرت سے پہلے بھی مختلف گروہوں کی شکل میں آپ نے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

مدینہ میں

تیرہ برس کے بعد مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے دن پھرنے شروع ہوگئے۔ آپ کے پیرووں کی تعداد یوماً فیوماً بڑھنے لگی۔ مدینہ میں نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دینی واعظ کی حیثیت رکھتے تھے بلکہ اہل مدینہ نے وہاں کی سیاسی حالت اور ضروریات کے ماتحت متفقہ طور پر آپ کو اپنا حکمران بھی تسلیم کر لیا مگر اس پر بھی اہل مکہ کی مخالفت کا سلسلہ جاری رہا۔ کئی دفعہ اہل مکہ اور مسلمانوں کے مابین جنگ ہوئی۔ ایک قبیلہ کے بعد دوسرے قبیلہ نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دیگر قبائل کے ساتھ مسلمانوں کو برسرپیکار بھی ہونا پڑا۔ آہستہ آہستہ اسلام کی طاقت بڑھتی گئی۔ اور دس برس کے اندر مدینہ پہنچنے سے وفات تک تقریباً تمام عرب نے اسلام قبول کر لیا۔ یہاں تک کہ اہل مکہ اور طائف نے بھی قبول کر لیا۔ عرب جو کہ سینکڑوں ایسے قبیلوں کا مجموعہ تھا جو ایک دوسروں کے خون کے پیاسے تھے۔ ایک متحدہ طاقت بن گیا۔ سینکڑوں برسوں کے جاہلانہ خیالات اور تاریک رسم و رواج ایک دم ختم ہوگئے۔ اور غیر ملکی حکومت کے وہ تمام نشانات بھی جن کا ذکر ہم نے شروع میں کیا ہے۔ مٹ کر عرب ایک آزاد اور باعزت سلطنت کی شکل اختیار کر گیا۔ اس طرح تیئیس برس کے محدود زمانہ میں دنیا بھر کی مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کرنے کے بعد حضرت پیغمبر اسلام نے عرب کے اندر ایک مذہب ایک سیاست اور ایک حکومت۔ تینوں کو ایک ساتھ قائم کیا۔ یہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا سب سے زیادہ حیرت انگیز معجزہ ہے۔ دنیا کی تاریخ میں بہت سے بانیان مذاہب ہیں مگر اتنے تھوڑے سے وقت کے اندر اس طور کی مساعی اور کامیابی کی نظیر کسی اور جگہ ملنا قطعاً ناممکن ہے

جنگیں

حاکمانہ اور مدبرانہ حیثیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے دو اور پہلوؤں پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے۔

اول۔ یہ کہ جتنی جنگیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں کیں یا جن کی اجازت دی وہ صرف حفاظت خود اختیاری کے طور پر تھیں۔ مختلف قبیلوں اور دیگر لوگوں نے جب کبھی مسلمانوں پر ظلم کئے۔ یا مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت انہوں نے اسی حد تک اجازت دی اور جنگ کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جب تک مخالف کی طرف سے حملہ کی ابتدا نہ ہوئی ہو۔ آپ نے کسی قبیلہ کو تلوار کے زور سے مسلمان بنانے کے لئے اس پر حملہ کیا ہو۔

غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ

دوسری بات یہ کہ حکمران کی حیثیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کو یہاں تک کہ بت پرستوں کو بھی سلطنت کے اندر رہ کر اپنے مذہبی فرائض بجا لانے کی پوری پوری آزادی بخشی اور ان کے مندروں کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض قرار دیا۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین کے بارے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں یہ قرآن مجید کی مدنی آیت ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تفسیر ہے۔ اس کے ثبوت میں عیسائیوں۔ یہودیوں اور دیگر مذاہب کے معتقدوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو معاہدے ہوئے ہیں ان کی نقلیں ابھی تک موجود ہیں

ریاضت کی زندگی

آپ اپنے مضمون میں اس تعلیم کا خلاصہ لکھتے ہیں۔ جس نے قبیلوں اور خاندانوں میں منتشر بلکہ باہمی مخالفت میں ڈوبے ہوتے۔ اور مختلف سلطنتوں کی کشمکش میں پڑے ہوئے اور مذہبی اور اخلاقی رذائل میں مبتلا چوری ڈاکہ شراب خوری جوا وغیرہ عیوب کو فخریہ طور پر اختیار کرنے والے ملک کو سدھا کر اور اس کی طاقتوں کو متحد کر کے دوسری بڑی بڑی سلطنتوں اور اس زمانہ کے بہترین متمدن ملکوں پر اپنی طاقت اور خوبیوں کا سکہ جمانے کے قابل بنا دیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر اعتراض کرنے والوں سے میں نہایت ادب کے ساتھ صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی تیرہ سالہ مصیبتوں اور ان کی ثابت قدمی اور استقلال کے علاوہ انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آخری دس برس کے اندر ایک حکمران کی حیثیت سے بھی اس انسان نے کبھی لگاتار تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ وہ ہمیشہ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے اپنی جوتی گانٹھتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کا چارہ تیار کرتا تھا۔ خود اپنی بکریوں کو دوہتا تھا۔ اپنے گھر میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتا تھا۔ حکومت کے پیسوں میں سے یا صدقے اور زکوٰۃ کی رقم سے ایک کوڑی بھی لینا اپنے لئے حرام سمجھتا تھا۔ فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اکثر اوقات کئی کئی دن فاقوں میں گذر جاتے تھے۔ صحیحین میں لکھا ہے کہ کبھی کبھی بھوک کے مارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر پتھر بندھا رہتا تھا۔ کھجور کی چٹائی یا ننگی زمین پر سوتا تھا۔ ایک دفعہ آخری بیماری کے دنوں میں پیٹھ پر چٹائی کے نشان دیکھ کر کسی نے اجازت چاہی کہ ایک گدیلا بچھا دیا جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں آرام کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ وفات کے وقت آپؐ کی زرہ ۳۰ صاع جو (ڈیڑھ من سے کچھ کم) کے عوض میں گروی رکھی ہوئی تھی۔ جس شخص کی ساری زندگی اس طرح کی ریاضت میں بسر ہوئی ہو۔ اور جس نے طاقت اور استطاعت رکھتے ہوئے بھی اس ریاضت میں آخر وقت تک فرق نہ آنے دیا ہو۔ کیا ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ اس کی زندگی کو ذرا بے لاگ ہو کر محبت اور عزت سے دیکھنے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بدن پر زیادہ تر بغیر سلا لباس رہتا تھا۔ اور اکثر آپؐ صرف ایک چادر پہنے رہتے تھے۔ جس کے سرے گردن کے پیچھے کندھوں پر بندھے رہتے تھے۔ کئی بار آپؐ ننگے پاؤں اور ننگے سر رہتے تھے۔ کبھی ایک مٹی کے لوٹے سے زیادہ برتن انہوں نے اپنے پاس نہیں رکھا۔

خلاصہ تعلیم

قابل مضمون نگار نے ساری سیرت کے واقعات پیش کر کے اپنے اہل وطن کو توجہ دلائی ہے کہ جس تعلیم نے دشمنوں کے مرکز دل کو توڑ کر پیار و محبت اور برادرانہ سلوک وہمدردی کا منبع بنا دیا کیوں اس سے ہندوستان میں مختلف قومیں متحد ہونے میں سبق نہ سیکھیں اور بالخصوص اپنے مسلمان ہموطنوں کو تحریک کی ہے۔ کہ وہ اپنے اطوار بدلیں اور صلح اور آشتی کا گذرے ہوئے زمانہ کا نمونہ دکھائیں جیسا کہ پہلے مسلمان اس اعلیٰ تعلیم سے باہمی ہمدردی اور محبت سے آگے قدم بڑھا کر عشق ومحبت کے کوچے میں پہونچکر مولانا روم جیسے افراد کی طرح خدا کے عشق میں ڈوب کر سب کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔

مذہب عشق از ہمہ دین ہا جدا است
عاشقاں را مذہب وملت خدا است

دنیا کے دیگر بانیان مذاہب کی طرح باطل کو مٹا کر حق کو قائم کرنا ہی پیغمبر اسلام کو اہل دنیا کی دنیوی اور اخروی ترقی کی کلید نظر آئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کا خلاصہ مختلف دیوی دیوتا کی پوجا اور پرستش اور اشجار واحجار کے آگے سرنگوں ہونیکی بجائے وحدہٗ لاشریک एकमेवाद्वितीयम् کی عبادت قائم کرنا۔ دوسرے اللہ کے بندوں کی حیثیت سے تمام بنی نوع انسان میں باہمی محبت اور اخوت کی بنیاد ڈالنا۔ اور سب کو اس دنیا میں نیک اعمال کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

قرآنی تعلیم

چالیس ۴۰ برس کی عمر سے تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وقت اور موقع کے مطابق بہت سی ہدایات ونصائح ارشاد فرمائیں۔ ان میں سے جو ہدایات خدا کی طرف سے ملی تھیں۔ یا وحی الٰہی مانی جاتی ہیں ان کے مجموعہ کا نام قرآن مجید ہے۔ یہی قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اور اسی کو قرآن میں باربار "الدین" یا "الاسلام" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قرآن کے مطابق دنیا کے آغاز سے آج تک جتنے پیغمبر اور بانیان مذاہب ہوئے ہیں۔ ان سب نے اسی ایک سچائی کی تعلیم دی ہے۔ اور یہی نوع انسانی کا حقیقی اور قدیم مذہب "اسلام" بتایا گیا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔ کہ قرآن کے مطابق ہر ایک قوم میں ہر زمانہ اور ہر ملک میں برابر پیغمبر آتے رہے ہیں۔ جنہیں اسی طرح خدا کی طرف سے اس سچائی کو پھیلانے کی ہدایت ہوئی ہے۔ اور جنہوں نے اپنے اپنے ڈھنگ میں اپنے اپنے زمانے میں اس سچائی کو پھیلایا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ع ۳) یعنی کوئی ایسی قوم نہیں جس میں لوگوں کو ڈرانے والا کوئی نہ کوئی پیغمبر نہ ہو چکا ہو۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (یونس ع ۵)

ہر قوم میں خدا کی طرف سے رسول آئے ہیں ان میں سے بعض رسولوں کا ذکر قرآن میں نام لیکر آیا ہے۔ اور بعض کا نہیں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔ (مومن ع ۸) یعنی بلا ریب تم سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے ہیں۔ جن میں سے کچھ کا ذکر ہم نے تم سے (قرآن) میں کیا ہے۔ اور کچھ کا نہیں۔ قرآن ان تمام انبیاء سابقہ اور ان کے سچے معتقدوں کو مسلم اور ان کی تعلیم کو اسلام کے نام سے پکارتا ہے۔ قرآن مجید مختلف مذاہب میں اختلاف پیدا ہو جانے کے دو باعث بتلاتا ہے۔ یعنی مذاہب کے ظاہری رسم ورواج اور عقائد جن میں ملک اور زمانہ کے لحاظ سے اختلاف پیدا ہو جانا قدرتی امر تھا۔ ان پر ضرورت سے زیادہ زور دینا اور دیگر مذاہب کی غلطیاں۔ گمراہیاں۔ اور خود غرضیاں جن کے باعث وہ اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم سے دور ہو کر مختلف فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور ظاہری رسم ورواج ہی کو اصل دین بتلانے لگ پڑنے کو نظرانداز کر کے گذشتہ انبیاء اور بانیانِ مذاہب پر ایمان لانا اور ان کی عزت کرنا قرآن کریم ہر مسلم کا فرض قرار دیتا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (آل عمران ع ۹) یعنی ہم ان میں سے کسی قسم کا فرق نہیں کرتے اور ان میں سے کسی ایک کی ناقدری کرنے والے کو کافر بتلاتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (نساء ع ۲۱) یہی لوگ حقیقت میں کافر ہیں۔

حضرت پیغمبر اسلام نے بار بار واضح الفاظ میں یہ فرمایا ہے۔ کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (احقاف ع ۱) مجھ سے پہلے بھی ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں رسول آچکے ہیں۔ ان کے بتائے ہوئے مذہب سچے ہیں ان کے پیرووں نے اپنی جہالت اور خود غرضی سے ان میں اختلاف پیدا کر کے نئی نئی فرقہ بندیاں پیدا کر لی ہیں۔ میں تمہیں صرف ان فرقہ بندیوں سے الگ کر کے ان بزرگوں اور رسولوں کا حقیقی دین یعنی مذہب کی طرف لانا چاہتا ہوں۔ میں کوئی نیا مذہب یعنی نئی جماعت قائم کرنے نہیں آیا ہوں۔ اس خیال کو قرآن نے بار بار اور طرح طرح سے دہرایا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (سورہ الاعلیٰ) یعنی حقیقت میں یہی تعلیم پرانے دھرم گرنتھوں میں دی گئی ہے۔ یہی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں ہے۔ اسلام میں وہی سب اعمال اچھے سمجھے گئے ہیں۔ جن کو دیگر مذاہب نے بھی متفقہ طور پر بہتر قرار دیا ہے۔ اور ان ہی کاموں کو برا ٹھہرایا گیا ہے۔ جن کو سب مذاہب نے متفقہ طور پر برا مانا ہے۔ اس لئے قرآن میں اچھے کاموں کے لئے "معروف" لفظ آیا ہے جس کے معنے "مانے ہوئے" یا "پہچانے ہوئے" کے ہیں۔ اور برے کاموں کے لئے منکر آیا ہے۔ جس کے معنی نہ مانے ہوئے یا نہ پہچانے ہوئے ہیں۔

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (لقمان ع ۲) یعنی لوگوں کو وہ کام کرنے کو کہو جنہیں سب نے (اچھے کام) مانے ہیں۔ اور ان کاموں کو کرنا برا مانا ہے۔ جنہیں سب نے (برے کام) مانے ہیں۔ بنی نوع انسان کی خدمت۔ ذی روح پر مہربانی وشفقت۔ دوسرے کے قصوروں کی پردہ پوشی کرنا۔ ایمانداری انصاف۔ سچائی۔ نیک چلنی۔ غلاموں کو آزاد کرنا۔ بیکسوں اور یتامیٰ کی خبر گیری کرنا وغیرہ وغیرہ ان کے متعلق سینکڑوں آیتیں اور حدیثیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

(رسالہ وشال بھارت کلکتہ اگست ۱۹۳۴ء)

خاکسار مترجم (ملک) محمد صدیق ودیا ساگر قادیان

45

اسلام میں معاہدات کی پابندی کے متعلق تعلیم

۱۹۳۸ء کے ستمبر میں میونخ کے مقام پر جرمنی کا مختار کل ہٹلر۔ اٹلی کا ڈکٹیٹر مسولینی۔ انگلستان کا وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین۔ فرانس کا وزیر اعظم موسیو دلادئے جمع ہوئے۔ اور معاہدہ میونخ مرتب کیا گیا۔ سڈیٹن لینڈ کو چیکو سلواکیہ سے علیحدہ کر کے ہٹلر کے حوالے کر دیا گیا۔ ہٹلر نے جو پہلے کئی دفعہ یہ اعلان کر چکا تھا۔ اس وقت پھر اعلان کیا۔ کہ اب اس کا یورپ میں کوئی مطالبہ نہیں۔ مسٹر چیمبرلین خوش تھے کہ ان کی کوششیں بار آور ہوئیں اور جنگ رک گئی۔ (انہوں نے چند دن) بعد پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے "میں نے چیکو سلواکیہ کو تباہی سے اور یورپ کو آتش جنگ سے بچا لیا ہے۔"

لیکن ہوا کیا؟ نہ مسٹر چیمبرلین کی یہ خوش فہمی درست ثابت ہوئی۔ اور نہ یورپ کے دیو ظلم و استبداد کو اپنے کسی وعدہ کا پاس رہا۔ اب ایک سال سے زائد عرصہ سے دنیا جنگ کی مصیبت میں گرفتار ہے۔ اس عہد میں جسے تمدن کا عہد کہا جاتا ہے۔ مواعید و مواثیق کی جو مٹی پلید کی جا رہی ہے۔ اس کی مثال تاریکی اور جہالت کا زمانہ بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ عہد شکنیوں کی داستان طویل ہے۔ لیکن اس وقت میرا مقصد ان معاہدوں۔ زبانی وعدوں اور قول و قرار کی طول طویل فہرست پیش کرنا نہیں۔ جو یورپ کی سرزمین پر کئے گئے۔ اور جنہیں وقت آنے پر اس طرح فراموش کر دیا گیا کہ گویا ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ اور طرہ یہ کہ اس بڑے تمدن اور تہذیب کی پیشانی پر ان عہد شکنیوں کی وجہ سے شرم و خجالت کا ایک قطرہ عرق بھی نمودار نہ ہوا۔ بلکہ یہ بتانا ہے کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ریگستان حجاز کے امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مواعید و مواثیق کے متعلق کیا تعلیم دی۔ تاکہ

اب جبکہ موجودہ زمانہ کا انسانیت سوز تمدن یہ کہہ رہا ہے کہ "ضرورت اور قوت سب سے بڑی چیز ہے۔" تمدن حجاز وحشت و خونخواری کی اس فضاء میں پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے۔ کہ "سچائی اور اخلاق سے بڑھ کر اور کسی کو حق فرمانروائی نہیں۔"

پابندی عہد اعلیٰ اخلاق کا سنگ بنیاد ہے۔ اور قرآن کریم میں جہاں نماز۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ اور جہاد کے فضائل بیان کئے گئے۔ وہاں عہد و میثاق کی پابندی کو بھی ہر مسلمان پر واجب اور ضروری قرار دیا ہے۔ بلکہ اس کو مسلمانوں کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین و اٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون (۲-۱۷۳) یعنی نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لیا جائے۔ بلکہ نیکی یہ ہے اور خدا کا نیک بندہ وہ ہے۔ جو اللہ پر۔ قیامت پر فرشتوں پر۔ آسمانی کتابوں اور انبیاء پر ایمان لاتا ہے پھر باوجود اس کے کہ اسے مال کی محبت اور ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اعزہ و اقارب کو یتیموں کو۔ غریبوں کو۔ مسافروں کو اور سائلوں کو بطور احسان دیتا ہے۔ اور اسکے ذریعہ غلاموں کو آزاد کراتا ہے۔ نیز وہ لوگ جو عہد کر کے اس کو پورا کرتے ہیں۔ مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں اور لڑائی کے میدان میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہی لوگ وہ پاک بندے ہیں۔ جنہوں نے خدا۔ اس کے رسول اور اس کی مخلوق کے عہد کی ہر حالت میں پابندی کی۔ یہی لوگ متقی پرہیزگار ہیں۔

پھر فرمایا افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق کمن ھو اعمیٰ انما یتذکر اولوا الالباب الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب (الرعد رکوع ۳) یعنی کیا وہ شخص جو یہ یقین رکھتا ہے کہ رسول پر خدا کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے وہ حق ہے مثل اس شخص کے ہو سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ قرآن سے صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو اہل دانش ہیں۔ اور نیز وہ لوگ جو خدا کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور خدا نے اعزہ و اقارب کو جس رشتے میں منسلک کر رکھا ہے اس کو جوڑتے رہتے ہیں وہ خدا سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے اس کی زمین میں عہد شکنی کر کے فساد نہیں پھیلاتے۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تنبیہہ پیش فرمائی کہ دوسرے انسانی اعمال کی طرح قیامت میں معاہدوں کی عدم پابندی پر بھی سخت مواخذہ کیا جائیگا۔ چنانچہ فرمایا واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا (۱۷-۳۵) جو عہد کرو اسے پورا کرو۔ کیونکہ عہد کے متعلق خدا تعالیٰ کے حضور تم پوچھے جاؤ گے۔

قرآن مجید میں قوموں کے درمیان معاہدوں کے متعلق خاص احکام صادر کئے گئے ہیں۔ اور جنگ و صلح دونوں زمانوں میں ان کی پابندی فرض قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئاً ولم یظاھروا علیکم احداً فاتموا الیھم عھدھم الیٰ مدتھم ان اللہ یحب المتقین (۹-۴) مگر وہ مشرکین جن سے تم نے عہد کر لیا ہے۔ اور ان لوگوں نے کسی قسم کی عہد شکنی نہیں کی۔ اور تمہارے خلاف تمہارے کسی دشمن کو مدد بھی نہیں دی۔ سو جس مدت تک کے لئے تم نے معاہدہ کیا ہے۔ اس کو پورا کرو۔ گو وہ کافر ہیں۔ کیونکہ عہد کی پابندی بڑی پرہیزگاری ہے۔ اور خدا صرف پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اسلام کے ابتدائی بے کسی کے زمانہ میں غریب مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا تھا۔ جو اتنی طاقت۔ اتنا سامان اور اتنا زاد راہ نہیں رکھتا تھا کہ ہجرت کر کے کفار کے پنجہ سے آزاد ہو سکے۔ یہ گروہ ہر قسم کی امداد و اعانت کا مستحق تھا۔ مگر قرآن کریم نے اس کی امداد کو بھی وفائے عہد پر قربان کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:۔ والذین اٰمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتیٰ یھاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علیٰ قوم بینکم وبینھم میثاق۔ واللہ بما تعملون بصیر (۸-۷۳) جو لوگ ایمان لانے کے بعد ہجرت نہ کر سکیں تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں ان کی حفاظت و اعانت کی ذمہ واری تم پر قانوناً تو فرض نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ مذہبی معاملات میں تم سے مدد مانگیں۔ تو تم پر ان کی اخلاقی مدد فرض ہے۔ لیکن تم ان کو کفار کی اس جماعت کے خلاف ہرگز مدد نہیں دے سکتے۔ جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کر لیا ہے۔ خدا تمہارے اعمال کو اچھی طرح دیکھتا ہے۔

بعض اوقات عہد کی پابندی ناممکن ہو جاتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اس کے مواقع بھی بتا دیئے ہیں۔ ان مواقع پر بھی قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے۔ کہ عہد توڑنے میں مسلمانوں کو کبھی پہل نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی قوم نقض عہد کرتا چاہے۔ تو مسلمان بھی اس کے عہد کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا:۔ واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علیٰ سواء ان اللہ لا یحب الخائنین (۸-۵۸) اگر تم کو کسی قوم سے یہ خوف ہو کہ وہ عہد کر کے خیانت کریگی اور عہد کو توڑ دے گی۔ تو تم بھی اس عہد کی پابندی سے بری ہو سکتے ہو۔ کیونکہ خدا خائن لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دنیوی سلطنتیں اپنے مفادات کی خاطر معاہدے کرتی ہیں۔ اور مفادات کی خاطر توڑنے سے نہیں ہچکچاتیں۔ لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اور ہر حالت میں حتیٰ کہ نقصان اٹھا کر بھی معاہدات کی پابندی ضروری قرار دیتا ہے۔ اگر آج قومیں معاہدات کی پابندی اپنا فرض قرار دے لیں تو جنگ و جدال مٹ جائے۔ اور دنیا امن کی جگہ بن جائے۔ لیکن افسوس آجکل عہد پر عہد کئے جاتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ کے بعد دشمنوں سے سلوک

فریق مخالف پر جنگ کے ذریعہ غلبہ حاصل کرنے کے بعد موجودہ زمانہ میں جسے تہذیب وتمدن کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ جو سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس کا اندازہ ان ممالک کی حالتِ زار سے لگایا جا سکتا ہے۔ جن پر حال ہی میں جرمنی نے قبضہ کیا ہے۔ ان ممالک پر ایک دفعہ تو اس وقت تباہی آئی جب جرمنی نے ان پر اندھا دھند نہایت شدید حملے کئے۔ ان کی بستیوں کو ویران کر دیا۔ ان کے کھیتوں کو برباد کر دیا۔ ان کے گھروں کو اجاڑ دیا۔ اور ان کے مال واسباب کو تباہ کر دیا۔ اور دوسری دفعہ اب آ رہی ہے۔ جب انہوں نے جرمنی کے آگے یہ کہتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے کہ ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

پہلی تباہی کے بعد ان کے پاس جو کچھ بچا کھچا تھا وہ اب چھین لیا گیا۔ ان کے مکانوں میں جہاں جہاں لوہا صرف ہوا تھا اسے اتار لیا گیا۔ ان کے مال مویشی قبضہ میں کر لئے گئے۔ اور یہ سب کچھ یا تو جرمنی میں بھیج دیا گیا۔ یا پھر ان ممالک میں متعین جرمنوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور آج ان ممالک کے لوگوں کی حالت اس درجہ المناک اور عبرت انگیز ہے۔ کہ کوئی پتھر سے پتھر دل انسان بھی اس پر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کھانے پینے کے لئے وہ ترس رہے ہیں۔ رہنے سہنے کے لئے ان کے پاس قابل اطمینان جائے رہائش نہیں۔ عزت وآبرو ان کی محفوظ نہیں۔

فرانس ایسے دولت مند اور آسودہ حال ملک کا موجودہ نقشہ ایک اخباری نامہ نگار نے ان الفاظ میں کھینچا ہے "لوگوں میں مایوسی اور بے چینی بڑھ رہی ہے۔ ریلیں کام نہیں کر رہیں۔ منڈیاں سنسان۔ زمینیں بنجر اور غیر آباد پڑی ہیں۔ کیونکہ جتنے بھی قابل آدمی ہیں۔ جرمنوں کی قید میں ہیں۔ مقبوضہ فرانس اور بلجیم سے پناہ گزین دھڑا دھڑ آ رہے ہیں۔ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے وہ بالکل تہی دست ہیں۔ اور ان کی اخلاقی حالت بے حد گر چکی ہے۔ وہ گھروں کو واپس نہیں جا سکتے۔ اور ان کو اپنے بال بچوں کے متعلق کچھ پتہ نہیں ان کے وطنوں میں جرمن خاندان لا کر بسائے جا رہے ہیں۔"

ایک امریکن نامہ نگار اپنے مشاہدات کی بنا پر لکھتا ہے "پراگ میں بہت سے طلبار کو قطاروں میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دیا گیا۔ اور چار لاکھ چیک بیگار میں پکڑ کر جرمنی لے جائے گئے۔ جہاں کھیتوں میں ان سے کام لیا جاتا ہے۔ ان میں یونیورسٹی کے پروفیسر اور عدالتوں کے جج بھی شامل ہیں۔ پچھلے دنوں چیکوسلواکیہ کے سات سو سابق افسر اخبار نویس۔ اور اسلحہ ساز کارخانوں کے تمام کارکن گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔ اور مارچ ۱۹۳۹ء میں چیکوسلواکیہ پر قبضہ کرنے کے بعد ۲۴ گھنٹوں کے اندر اندر پانچ ہزار اشخاص خفیہ پولیس نے گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیئے تھے۔ پولینڈ میں پولوں سے ان کی اراضی اور جائیداد واملاک چھین کر جرمنوں کے حوالے کر دی گئی۔ اور ۲½ لاکھ پول گرفتار کر کے بیگار کے لئے جرمنی بھیج دیئے گئے۔ ہالینڈ پر قبضہ کرنے کے بعد نازیوں نے ایک حکم جاری کیا تھا۔ کہ ہالینڈ کے جوہری اور صراف اپنا سونا۔ چاندی۔ ہیرے اور جواہرات حکومت کے حوالے کر دیں"۔

یہ اس حالت کا ایک نہایت معمولی سا خاکہ ہے۔ جو جرمنی کے مقبوضہ ممالک میں آجکل رونما ہے۔ اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جنگ میں فتح پانے کے بعد جرمنی ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ وہ ممالک ہیں جنہوں نے جرمنی کے مختار کل ہٹلر کو کسی رنگ میں بھی کوئی نقصان نہیں پہونچایا تھا۔ اس پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں دی تھی۔ بلکہ اس کی خوشنودی اور رضامندی کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔

اس کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن دشمنوں پر فتح پائی۔ انہوں نے ہر ممکن طریق سے آپ پر ظلم وستم کئے۔ حتی کہ آپ کو اپنے پیارے وطن سے بے وطن کیا۔ اور پھر بے وطنی میں بھی چین نہ لینے دیا۔ اور ایک لمبے عرصہ کی شدید وپیہم تکالیف کے بعد آپ ان کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔ مگر جب خدا تعالےٰ نے آپ کو فتح عطا کی۔ اور دشمن کو ناکام ونامراد ہونا پڑا۔ تو آپ نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ مکہ فتح کرنے کے بعد آپ نے اعلان عام فرما دیا کہ:-

(۱) جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے چھوڑ دیا جائے۔

(۳) جو شخص اپنے گھر میں بیٹھ جائے اسے کچھ نہ کہا جائے۔

(۴) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

یہ ہدایات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جاری فرمائیں۔ جب خدا تعالےٰ نے آپ کو مکہ کے ان لوگوں پر پورا پورا غلبہ اور تسلط عطا فرمایا جنہوں نے سالہا سال آپ پر مظالم توڑے۔ آپ کی جلا وطنی کا باعث بنے۔ آپ کے پیرووں کو انتہائی دکھ اور تکالیف پہونچائیں۔

فاتح ہونے کے بعد غیر مسلم لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقوق عطا فرمائے۔ ان سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ نے کیسا بے مثال سلوک روا رکھا۔ ان کی جان ومال کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ ان کی تمام جائدادوں وغیرہ کا ان کو مالک قرار دیا۔ ان کی عبادت گاہوں کو محفوظ قرار دیا۔ انہیں جس قدر حقوق پہلے حاصل تھے انہیں قائم رکھا۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید ترین دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد ان کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔ کاش! دنیا اس اسوۂ حسنہ سے فائدہ اٹھائے ﴿

شرح اشتہارات پیشگی روزانہ الفضل

فی صفحہ - آٹھ روپیہ -
نصف صفحہ - پانچ روپیہ -
ایک کالم - تین روپیہ -
سرکاری اشتہارات (فی صفحہ) بتیس روپیہ

سال میں کم سے کم سو روپیہ کی مالیت کا اشتہار دینے والوں کو دس فی صدی رعایت دی جائے گی۔ اجرت ہر حال میں پیشگی لی جائے گی ﴿ (مینیجر الفضل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

لنڈن ۹ ستمبر۔ وزارت پرواز کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ لنڈن پر آج کا ہوائی حملہ شدید ترین تھا۔ جرمنوں نے شام سے پو پھٹنے تک اندھا دھند بم برسائے۔ جس سے بھاری نقصان ہؤا۔ صرف ایک بازار میں ۲۵ جگہ آگ لگ گئی۔ گیس کی نالیاں پھٹ گئیں۔ ٹرینیں رک گئیں۔ آج بھی حملوں کا زیادہ زور دریائے ٹیمز کے علاقہ میں رہا۔ ایک بس میں ۵۰ مسافر ہلاک ہو گئے۔ بندرگاہ کے علاقہ میں نقصان بہت زیادہ ہؤا۔ ایک علاقہ میں دو فرلانگ کے رقبہ میں سب کچھ برباد ہو گیا۔ ہلاک شدگان کی صحیح تعداد ابھی معلوم نہیں ہو سکی چونکہ حملہ آور جہاز اتنی بلندی پر تھے کہ سرچ لائٹ سے بھی نظر نہ آسکتے تھے اسلئے طیارہ شکن توپیں گولہ باری نہ کر سکیں۔ اب یہ جنگ نازک مرحلہ پر پہنچ چکی ہے۔ اگرچہ ابھی اس میں مزید شدت کا احتمال ہے۔ جرمن ہائی کمانڈ نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ یہ حملے بطور انتقام کر رہے ہیں۔

لزبن ۹ ستمبر معلوم ہؤا ہے کہ اٹلی ایک غیر جانبدار ملک کی وساطت سے بالا بالا ہی برطانیہ سے صلح کی کوشش کر رہا ہے لیکن باخبر حلقوں کا بیان ہے۔ کہ اگر برطانیہ سے پوچھا گیا تو وہ یہی جواب دے گا۔ کہ اٹلی غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دے۔

لنڈن ۹ ستمبر آج ملک معظم نے لنڈن کے ان حصوں کا تین گھنٹہ تک معائنہ کیا۔ جن کو بمباری سے نقصان پہنچا ہے۔ بے خانماں لوگ ہشاش بشاش تھے اور اپنے بادشاہ کا استقبال کر رہے تھے۔

لاہور ۹ ستمبر شہید گنج میں داخل ہو کر تین سکھوں پر قاتلانہ حملہ کرنے کے الزام میں لائل پور گورنمنٹ کالج کے ایک مسلم طالب علم پر آٹھ ماہ سے جو مقدمہ چل رہا تھا۔ اس میں آج چار سال قید سخت کی سزا کا حکم سنا دیا گیا۔

پولیس نے گزشتہ شب مسٹر دانیال لطیفی بیرسٹر کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا۔ آپ دو اور ساتھیوں کے ساتھ ایک کمیونسٹ پوسٹر بعنوان "امپیریلسٹ جنگ کی پہلی خونی سالگرہ" دیواروں پر چسپاں کرتے پھرتے تھے۔ آپ مسٹر لطیفی سابق فنانشل کمشنر پنجاب کے فرزند ہیں۔

شملہ ۹ ستمبر مسٹر منوہر لال وزیر مالیات پنجاب نے بذریعہ تار راولپنڈی جیل کے حکام کو ہدایت کی ہے۔ کہ سردار کھڑک سنگھ صاحب کو جیل میں اے کلاس دی جائے

روم ۹ ستمبر معلوم ہؤا ہے کہ رومانیہ کے شاہ کیرول اپنی محبوبہ کو لے کر سوئٹزرلینڈ کے دارالسلطنت برن میں پہنچ گئے ہیں۔

واشنگٹن ۹ ستمبر امریکہ کے ڈیفنس ایڈوائزری کمیشن نے سفارش کی ہے کہ خام لوہے کی برآمد ممنوع قرار دے دی جائے۔

لنڈن ۹ ستمبر۔ یوگوسلاویہ میں قحط رونما ہو رہا ہے کیونکہ کھانے کے ذخائر جرمنی منتقل ہو رہے ہیں لوگ مظاہرے کر رہے ہیں جو جرمنی کے خلاف ہیں۔ مظاہرین روس سے اتحاد کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

قاہرہ ۹ ستمبر۔ اطالوی طیاروں نے مالٹا اور سکندریہ پر ہوائی حملے کئے۔ مگر کوئی فوجی نقصان نہ پہنچا سکے صرف چند ایک آدمی ہلاک اور مجروح ہوئے

لنڈن ۱۰ ستمبر۔ جرمنوں نے کل رات لنڈن پر پھر اندھا دھند بمباری شروع کر دی۔ برطانیہ کی ہوائی وزارت نے اعلان کیا ہے۔ کہ چونکہ کل شام ہمارے شکاری جہازوں نے جرمن جہازوں کو بڑا سخت نقصان پہنچا کر بھگا دیا تھا۔ اس لئے اب وہ حملہ کرتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ ان کے بم فوجی اڈوں پر گرتے ہیں یا نہیں بلکہ وہ بغیر سوچے سمجھے بم گراتے چلے جاتے ہیں سینٹ پال کے گرجا کے پاس بھی بم گرے۔ ایک زچہ خانہ پر جرمنوں نے دوبارہ حملہ کیا اور بہت سی جانوں کا اتلاف ہو گیا۔ ایک بستی پر جس میں زیادہ تر غربا بستے تھے حملہ کیا گیا اور وہ مٹی اور پتھروں کا ڈھیر بن کر رہ گئی

لنڈن ۱۰ ستمبر۔ کل جرمنی کے ۲۵ ہوائی جہاز برباد کر دیئے گئے تھے تین برطانوی ہوا باز جن کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ لاپتہ ہیں۔ ان کے متعلق معلوم ہؤا ہے کہ وہ بچ نکلے ہیں۔ کل لنڈن میں جو جانی نقصان ہؤا۔ اس کے متعلق تا حال کوئی سرکاری اعلان نہیں چھپا۔ مگر یہ یقینی بات ہے کہ اتوار کو جو لنڈن پر ہوائی حملہ ہؤا۔ اس میں ۲۸۶ آدمی ہلاک اور (۱۴۰۰) زخمی ہوئے۔ مگر باوجود اس کے لنڈن میں گھبراہٹ بالکل نہیں اور لوگ اطمینان اور استقلال کے ساتھ بڑی سے بڑی مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔

لنڈن ۱۰ ستمبر کل انگریزی جہازوں نے برلن پر جو حملہ کیا اس کے متعلق جرمن ریڈیو نے تسلیم کر لیا ہے کہ شمالی جرمنی میں بہت سی جگہوں پر بم گرے البتہ ۴۷ منٹ بعد خطرہ دور ہو جانے کا اعلان کر دیا گیا۔ انگریزی جہازوں کو اپنے حملوں میں بڑی کامیابی ہو رہی ہے۔

قاہرہ ۱۰ ستمبر۔ آج قاہرہ کے ایک سرکاری اعلان میں افریقہ کی لڑائی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ انگریزی جہازوں نے ممادا پر حملے کئے اطالوی جہازوں کے ایک اڈہ پر بھی بمباری کی گئی۔ ایک اطالوی جہاز برباد کر دیا گیا۔ دشمن کا ایک شکاری جہاز نیچے گرا لیا گیا

لنڈن ۱۰ ستمبر جرمنی اب فرانس کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے۔ چنانچہ "نیویارک ٹائمز" لکھتا ہے کہ جرمنی نے وشی گورنمنٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ جس علاقہ پر جرمنی کا قبضہ ہے اس کی ۹۸ فیصدی کھانے پینے کی چیزیں اور کچا مال جرمنی کو دیا جائے اور اگر اس کے بعد بھی ممالک غیر کو بھیجنے کے لئے کچھ مال بچ رہے تو وہ بھی جرمنی کو بھیجا جائے

لکھنؤ ۱۰ ستمبر یوپی کی جنگی کمیٹی میں اب کچھ اور ممبر لئے جائیں گے۔ چنانچہ صوبہ کے بڑے بڑے لوگوں سے کہا گیا ہے کہ وہ کمیٹی کے اگلے جلسہ میں شریک ہوں جو آئندہ ہفتہ گورنر یوپی کی صدارت میں ہونے والا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ممبروں کی تعداد ایک سو پچاس تک بڑھا دی جائے گی۔

پشاور ۱۰ ستمبر۔ پشاور کی جنگی کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ دیسی زبانوں کے وہ اخبارات جو لڑائی کی سچی خبریں شائع کیا کرتے ہیں انہیں وہ خرید کر دیہات میں مفت تقسیم کرے گی تاکہ لوگوں کو لڑائی کی سچی خبریں معلوم ہوتی رہیں۔ اسمبلی میں سردار اورنگ زیب خان اور آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی شامل تھے۔

شملہ ۱۰ ستمبر۔ گورنمنٹ ہند نے ایک بورڈ بنایا ہے جو ہندوستان کی ہوائی فوج کے لئے امیدواروں کا انتخاب کرے گا۔ ان امیدواروں کو باقاعدہ ٹریننگ دی جائیگی۔ تاکہ ہوائی فوج میں وہ ریزرو ہوابازوں کے طور پر کام کر سکیں اس سکیم کا گورنمنٹ اس سے قبل تفصیل کے ساتھ اعلان کر چکی ہے۔ اس کے مطابق ہر سال ۲۰۰ سو ہوابازوں اور ۲ ہزار مستریوں کو تعلیم دی جائیگی۔ بورڈ کے ممبر اکتوبر کے دوسرے ہفتہ میں دورہ کریں گے اور انٹرویو کے لئے جو جگہیں مقرر ہوئی ہیں وہاں پہنچ کر امیدواروں کا انتخاب کریں گے۔

شملہ ۱۰ ستمبر ہندوستان جاوا سے اس سال ۸۵ لاکھ روپیہ کی کونین خرید رہا ہے سٹینڈنگ فنانس کمیٹی نے اس کی منظوری دیدی ہے خیال کیا جاتا ہے کہ اس کونین کی وجہ سے تین چار سال تک صوبجات اور ریاستوں کو مزید کونین خریدنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

یکصد سالہ خوبصورت کیلنڈر

۵۰ صفحہ کی مفید مطلب کتاب فہرست اور دیگر لٹریچر ۲ کا ٹکٹ بھیج کر ہر ایک شخص مفت حاصل کر سکتا ہے۔

سیلام ہومیو فارمیسی امرتسر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ترانہ

عجب نوریست در جانِ محمد
عجب لعلیست در کانِ محمد

زظلمتہا دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبانِ محمد

عجب دارم دلِ آں ناکساں را
کہ رو تابند از خوانِ محمد

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شانِ محمد

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار
کہ ہست از کینہ دارانِ محمد

خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را
کہ باشد از عدوّانِ محمد

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس
بیا در ذیلِ مستانِ محمد

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوانِ محمد

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمد ہست برہانِ محمد

سرے دارم فدائے خاکِ احمد
دلم ہر وقت قربانِ محمد

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم
نثارِ روئے تابانِ محمد

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند
نتابم رو ز ایوانِ محمد

بکارِ دیں نہ ترسم از جہانے
کہ دارم رنگِ ایمانِ محمد

بسے سہل است از دنیا بریدن
بیادِ حسن و احسانِ محمد

فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من
کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمد

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمد

بدیگر دلبرے کارے ندارم
کہ ہستم کشتۂ آنِ محمد

مرا آں گوشۂ چشمے بباید
نہ خواہم جز گلستانِ محمد

دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید
کہ بستندش بدامانِ محمد

من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم
کہ دارد جا ببستانِ محمد

تو جانِ ما منور کردی از عشق
فدائت جانم اے جانِ محمد

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ
نباشد نیز شایانِ محمد

چہ ہیبت ہا بداند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدانِ محمد

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ برّانِ محمد

رہ مولیٰ کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوانِ محمد

الا اے منکر از شانِ محمد
ہم از نورِ نمایانِ محمد

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمد

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۰ ار تبوک ۱۳۱۹ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق ۱۰ بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضور کی طبیعت اچھی ہے الحمد للہ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بھی بفضلہ تعالےٰ اچھی ہے ثم الحمد للہ

حرم ثانی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو بخار اور درد گردہ کی تکلیف ہے حرم ثالث کی طبیعت نسبتاً اچھی ہے۔ صحت کاملہ کے لئے دعا کی جائے۔

آج بعد نماز مغرب جناب مولوی علی احمد صاحب ایم۔ اے بھاگلپوری نے اپنے بیٹے میاں عبد الرحیم احمد صاحب کے ولیمہ کی دعوت وسیع پیمانہ پر دی۔ جس کا انتظام مدرسہ احمدیہ کے صحن میں کیا گیا۔ دعوت میں شریک ہونے والوں کے علیحدہ علیحدہ بلاک بنائے گئے۔ اور ہر ایک کے لئے الگ الگ برتنوں میں کھانا رکھا گیا۔ قریباً پانچ سو افراد کے لئے کھانا تیار کیا گیا۔ جن میں ہر طبقہ کے احمدی شریک تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے تشریف لانے پر کھانا شروع کیا گیا۔ انتظام بہت اچھا تھا۔

لنڈن پر غیر معمولی شدت کے ساتھ ہوائی حملہ

تمام احمدی بفضل خدا خیریت سے ہیں

(تار بنام الفضل)

لنڈن ۹ ستمبر ۱۹۴۰ء۔ مولوی جلال الدین صاحب شمس امام مسجد احمدیہ لنڈن نے حسب ذیل تار بنام الفضل ارسال کیا ہے۔

لنڈن پر ہوائی حملوں میں شدت پیدا ہو گئی ہے۔ شنبہ کی رات چار سو اشخاص ہلاک اور قریباً چودہ سو زخمی ہوئے۔ دشمن کے ۹۹ ہوائی جہاز تباہ کئے گئے اللہ تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کے تمام ممبر بخیر و عافیت ہیں۔ درخواست دعا ہے۔

خطبہ نمبر کے خریداروں سے گزارش

"الفضل" کے خطبہ نمبر کے خریدار اصحاب کی خدمت میں "خاتم النبیین نمبر" ارسال کیا جا رہا ہے۔ ہم ان تمام اصحاب سے معذرت خواہ ہیں۔ کہ انہیں اگست کے مہینہ میں کوئی "خطبہ نمبر" نہیں بھیجا جا سکا۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے سندھ تشریف لے جانے اور پھر حضور کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے کوئی خطبہ جمعہ میسر نہ آ سکا۔ اب جونہی خطبہ شائع ہوگا۔ ان کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے گا۔ خاکسار مینیجر

"الفضل" کا "خاتم النبیین نمبر" جلد منگا لیں

خدا تعالےٰ کے فضل سے "الفضل" کے اس پرچہ میں مقررہ عنوانات پر نہایت مفید اور مؤثر مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ احباب ا۱ر فی پرچہ کے حساب سے متعدد پرچے معزز غیر مسلم اصحاب میں تقسیم کرنے کے لئے جلد منگا لیں (مینیجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لنڈن ۱۰ستمبر اخبار نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے۔کہ اگر جرمن یہ خیال کرتے ہوں کہ ان کے حملوں سے انگریزوں کے چھکے چھوٹ جائیں گے۔تو یہ بالکل غلط ہے لنڈن کے موجودہ حالات سے امریکنوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں مگر برطانیہ جس جرات اور بہادری سے جرمن ہوائی جہازوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔وہ قابل تعریف ہے

شملہ ۱۰ستمبر بمبئی اور یو۔پی میں سنٹرل گورنمنٹ کے ماتحت جو قلیل تنخواہوں والے ملازم کام کر رہے ہیں ان کی تنخواہوں اور الاؤنسوں کے سوال پر غور کرنے کی خاطر ایک بورڈ کے لئے سٹینڈنگ فنانس کمیٹی نے ساٹھ ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔

ہندوستان کو طاقتور بنایئے۔

آپ کے ملک کی قوت آپ کی حفاظت ہے

اپنی اور آپ کی حفاظت کے لئے ملک کو زیادہ سے زیادہ سیکھے ہوئے لوگوں ٹینکوں۔ہوائی جہازوں اور مشین گنوں کی ضرورت ہے۔ڈیفنس بونس (مدافعتی قرضے) میں چندہ دے کر آپ ان چیزوں کی تیاری میں امداد دے سکتے ہیں۔اور اس طرح آپ اپنے دیش اور اپنی حفاظت کی طرف سے مطمئن ہو سکتے ہیں۔ساتھ ہی آپ گویا ایک محفوظ اور فائدہ مند کام میں سرمایہ لگا رہے ہیں۔جو آپ کو حکومت اور ملک کے تمام وسائل کے ذریعہ واپس مل جائے گا۔

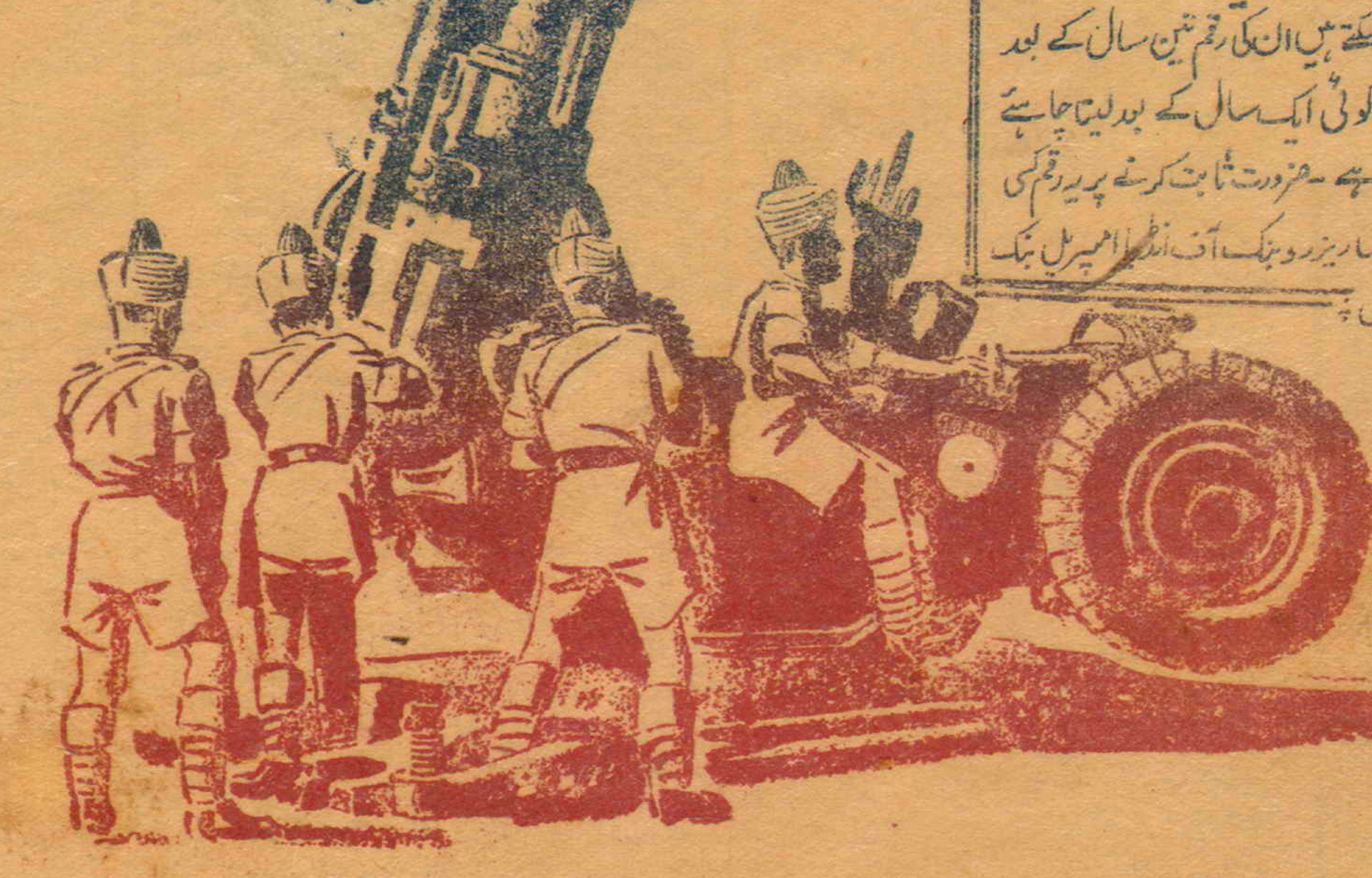

ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس (مدت گیلئے بچت کی سندیں)

یہ سرٹیفکیٹس دس۔پچاس۔سو۔اور پانچسو روپوں کے ہوتے ہیں۔اور دس سال پورے ہو جانے کے بعد ان کی رقم ادا کی جا سکتی ہے ہر دس روپیہ کے عوض تیرہ روپیہ ۹ آنہ ملیں گے۔یعنی تقریباً ۳½ فیصدی سود سود بغیر انکم ٹیکس دیا جائیگا جس میں نقصان کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے ہر شخص زیادہ سے زیادہ پانچہزار کے سرٹیفکیٹس خرید سکتا ہے یہ سرٹیفکیٹس قریب کے ڈاکخانہ یا ریزرو بنک آف انڈیا سے مل سکتے ہیں۔

چھ سال کے ڈیفنس بانڈس (مدافعتی دستاویزیں)

یہ ڈیفنس بانڈس سو روپیہ یا ایسے عدد کے ہوتے ہیں جو سو کے عدد پر پورا پورا تقسیم ہو جائے ان کی رقم یکم اگست ۱۹۴۶ء کو بحساب ایک سو ایک روپیہ ادا کی جائے گی۔اس پر تین فیصدی سود ملیگا۔سود کی رقم ہر چھ ماہ پر لی جا سکتی ہے انفرادی اصل رقم کی کوئی میعاد نہیں۔یہ بانڈس ریزرو بنک آف انڈیا امپیریل بنک آف انڈیا یا سرکاری خزانوں سے لئے جا سکتے ہیں۔

بغیر سود کے بانڈس (دستاویزیں)

پچاس روپیہ سے زائد کتنی بھی تعداد کے مل سکتے ہیں ان کی رقم تین سال کے بعد جتنی کی اتنی ادا کی جائے گی۔اور اگر کوئی ایک سال کے بعد لینا چاہے تو تین ماہ قبل نوٹس دیکر جتنی کی اتنی لے سکتا ہے۔ضرورت ثابت کرنے پر یہ رقم کسی بھی وقت جتنی کی اتنی دی جا سکتی ہے۔یہ بانڈس ریزرو بنک آف انڈیا امپیریل بنک آف انڈیا یا سرکاری خزانوں سے لئے جا سکتے ہیں۔

ہندوستان کے مدافعتی قرضے خریدیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ تبوک ۱۳۱۹ ہش

دُشمن کی ناکہ بندی کی تدبیر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

از حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔اے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگوں کے متعلق ایک بہت بڑا اعتراض جو عیسائی صاحبان کی طرف سے کیا گیا۔ وُہ یہ ہے۔ کہ آپ قریش کے ان قافلوں کی جو شام کی طرف تجارت کے لئے جاتے تھے۔ یا شام سے واپس آتے تھے۔ روک تھام کرتے تھے۔ اور اسی بناء پر عیسائی صاحبان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نعوذ باللہ ڈاکو اور لٹیرا رکھتے۔

اس اعتراض کو عیسائی صاحبان کی ان کتابوں میں جو اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ بہت نمایاں کرکے پیش کیا گیا ہے۔ اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُنیا کے سامنے بُرے رنگ میں ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی قدرت نے خود ان کے اپنے ہاتھوں ان کے اس اعتراض کا جواب دلوا دیا۔ تمام دُنیا جانتی ہے۔ کہ گزشتہ جنگِ عظیم کے دوران میں اور موجودہ جنگ میں بھی کس طرح وُہ قوم جو کسی دوسری قوم کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ اس بات کی کوشش کر رہی ہے۔ کہ دُشمن کے ملک میں کوئی چیز کھانے پینے کی ہو یا سامان جنگ میں سے۔ داخل نہ ہونے پائے۔ اور یہ ایک ایسا طریق ہے جس کو آج دُنیا کی کوئی مہذب قوم قابل اعتراض نہیں سمجھتی۔ بلکہ ایک ضروری اور نہایت اہم تدبیر جنگ خیال کرتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جس سے دُشمن جلد اس بات پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ وُہ جنگ کو ختم کر دے۔ اور صلح پر آمادہ ہو۔ کیونکہ جب باہر سے ضروری اشیاء خوردنی موصول نہیں ہوتیں۔ اور ان کے اپنے ملک کے ذرائع ان کے گزارے کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ یا جب اس سامان کا ذخیرہ جو جنگ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ختم ہو جاتا ہے۔ اور باہر سے نیا سامان نہیں پہونچتا۔ تو وُہ قوم مجبُور ہو جاتی ہے کہ ہتھیار ڈال دے۔ پس باہر سے دُشمن کے ملک میں تجارتی سامان یا ایسا سامان جو جنگ کی ضروریات کے لئے کام آتا ہے جب آنا بند ہو جاتا ہے تو دُشمن کے لئے سوائے ہتھیار ڈال دینے کے کوئی راستہ کھُلا نہیں رہتا۔

یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک قوم کوشش کرتی ہے۔ کہ دُشمن کے تجارتی جہازوں کو اور باہر سے ہر ایک قسم کا سامان لانے والی کشتیوں کو سمندر میں غرق کر دے۔ تاکہ دُشمن جنگ کو ختم کرنے اور صلح کا پیغام بھیجنے کے لئے مجبُور ہو جائے۔

آج جب انگریز جرمنی کے تجارتی جہازوں کو سمندر کے راستوں میں غرق کر دیتے ہیں۔ یا ان کا مال اپنے قبضہ میں لاکر اپنے ملک میں پہونچاتے ہیں۔ تو کوئی مہذب قوم ان کا نام ڈاکو اور قزاق نہیں رکھتی۔ خود جرمن بھی جن کے جہاز راستہ میں تباہ کئے جاتے ہیں۔ یا ان کا مال واسباب لُوٹ لیا جاتا ہے۔ انگریزوں کو ڈاکو قرار نہیں دیتے۔

اسی طرح جب جرمن کسی انگریزی جہاز پر قابو پاتے ہیں۔ اور اس کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یا اس کے مال واسباب کو چھین لیتے ہیں۔ تو کوئی قوم جرمنوں کا نام اُن کے اس فعل کی وجہ سے ڈاکو اور لٹیرا نہیں رکھتی۔

پس دُشمن کو جنگ سے روکنے کی یہ ایک نہایت ضروری تدبیر ہے اور یہی وُہ تدبیر تھی۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے خلاف اختیار فرمائی۔ قریش کا مسلمانوں کا دُشمن ہونا ایک ایسا امر ہے۔ جس سے کوئی دُشمنِ اسلام بھی انکار نہیں کرسکتا۔ انہوں نے تیرہ سال تک مسلمانوں کو مکّہ میں طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں۔ اور اسلام کو مٹانے کے لئے سرتوڑ کوششیں کیں۔ حتےٰ کہ مسلمان مکّہ سے بھاگنے پر مجبُور ہو گئے۔ مگر پھر بھی قریش کی آتشِ حسد فرو نہ ہوئی۔ انہوں نے پہلے بھاگنے والے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ ان کو مکّہ میں واپس لانے کی کوشش کی۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا منصُوبہ کیا۔ اور آپ کی ہجرت کے بعد آپ کا تعاقب کیا۔ پھر ان کا سلسلۂ عداوت مسلمانوں کے بھاگ جانے کے بعد بھی برابر جاری رہا۔ اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ کہ مسلمانوں کے مکہ سے نکل جانے کے بعد وُہ مسلمانوں کے دوست ہوگئے تھے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ کہ وُہ پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کے خون کے پیاسے بن گئے۔

پس ایسے حالات میں ایک بہت بھاری حربہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ وسلم ان کو ان کی دُشمنی سے روکنے اور صلح کی طرف مائل کرنے کے لئے استعمال کرسکتے تھے۔ یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قافلوں کی جو مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے۔ روک تھام کریں۔ تا وُہ اپنی عداوت سے باز آنے پر مجبور ہو جائیں اور صلح وآشتی کا طریق اختیار کریں۔

غرض یہ ایک بھاری حربہ تھا۔ جو جنگ کو روکنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور اس طریق کا استعمال نہ کرنا۔ اور اس طرح دُشمن کے ہاتھ کو روکنے کی کوشش نہ کرنا خود مسُلمانوں سے دُشمنی تھی۔

اگر آج جہاز نہ ہوتے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی طرح بجائے جہازوں کے۔ قافلے تجارتی مال یا سامانِ جنگ لے کر چلا کرتے۔ تو کیا ایسے قافلوں کو اسی طرح نہ روکا جاتا۔ جس طرح آج کل جہاز روکے جاتے ہیں۔ اور کیا ایسے قافلوں کو روکنے والے انگریز یا جرمن ڈاکو اور لٹیرے کہلاتے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے اس فعل کو ایک ضروری تدبیر سمجھا جاتا۔ تاکہ دُشمن عداوت سے باز آکر صلح وآشتی کا طریق اختیار کرنے پر مجبُور ہو۔

پس اگر آج دُشمن کے تجارتی جہازوں کو غارت کرنا یا ان کا مال اپنے قبضہ میں کر لینا ڈاکہ اور قزاقی نہیں سمجھا جاتا۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایسی ہی تدبیر اختیار کرنے کی وجہ سے یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ڈاکو اور قزاق رکھتے ہیں۔

یہ امر کہ قافلوں کی روک تھام دشمنوں کو صلح پر مجبور کرنے کے لئے ایک نہائت ہی مؤثر تدبیر ہے۔ ایک تاریخی واقعہ سے بھی خوب واضح ہو جاتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کفار مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ شرط کی تھی۔ کہ اگر تمہارا آدمی بھاگ کر ہمارے پاس آجائے۔ تو ہم اس کو واپس نہیں کریں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص ہم میں سے بھاگ کر آپ کے پاس جاکر پناہ لینا چاہے تو آپ اس کو واپس کر دیں گے۔ اس صلح کے بعد مسلمان نوجوانوں میں سے ایک جس کا نام ابو بصیر تھا۔ اور جو بہت سے مسلمان نوجوانوں کی طرح قریش کے ہاتھوں میں مقید تھا کسی طرح موقعہ پا کر مدینہ کی طرف بھاگ آیا۔ قریش مکہ میں سے دو شخص اس کے تعاقب میں آئے۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے معاہدہ کے مطابق اسے اپنے پاس رکھنے سے انکار فرما دیا۔ اور ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ جو اس کے تعاقب میں مدینہ پہنچے تھے۔ مگر مکہ واپس جاتے ہوئے اس نے رستہ میں ایک تدبیر سے اپنے دشمنوں سے مخلصی حاصل کر لی۔ اور مدینہ پہونچ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ حضور تو اپنے معاہدہ پر عمل کر چکے اور ایک دفعہ آپ نے مجھے دشمن کے حوالے کر دیا۔ اب آپ پر کوئی پابندی نہیں رہی۔ اب مجھے مدینہ میں ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بھی اس کو مدینہ میں رہنے کی اجازت نہ دی۔ اب وہ نہ مکہ واپس جاسکتا تھا۔ اور نہ مدینہ میں رہ سکتا تھا۔ اس لئے وہ مجبوراً ایک تیسری جگہ بھاگ کر چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد بعض اور نوجوان بھی جو مکہ میں قید تھے بھاگ کر اس کے پاس جا پہنچے اب اس نے قریش کے ظلم سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے اور انہیں اس بات پر مجبور کرنے کے لئے کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کی اجازت دے دیں، یہ طریق اختیار کیا۔ کہ جو چھوٹے چھوٹے قافلے صلح حدیبیہ کے بعد بڑے امن سے شام کی طرف آیا جایا کرتے تھے۔ ان کی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملکر اس نے روک تھام شروع کر دی۔ اور اس طریق سے اس کا مقصد حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس کے اس طریق کو دیکھ کر قریش خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ ہم پر رحم کریں۔ اور ابو بصیر کو اپنے پاس بلالیں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمایا۔ اور ابو بصیر کو اجازت دے دی کہ وہ مدینہ میں آجائے۔

اس واقعہ سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ان قافلوں کی روک تھام قریش مکہ کو صلح پر مجبور کرنے کے لئے ایک نہائت مؤثر تدبیر تھی۔ اور اسی غرض سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تدبیر کو اختیار فرمایا۔ ایسے حالات میں ایک سمجھدار جرنیل کا فرض اولین تھا کہ اس تدبیر کو کام میں لاتا۔ ورنہ دشمن جنگ کو لمبا کر دیتا۔ اور کبھی اس طرح صلح کے لئے تیار نہ ہوتا۔ جیسا کہ حدیبیہ کے وقت قریش صلح کے لئے تیار ہو گئے ان قافلوں کی روک تھام ایک اور وجہ سے بھی ضروری تھی۔ اور وہ یہ کہ قریش مکہ ان اموال سے جو وہ اس تجارت کے ذریعہ حاصل کرتے تھے سامان جنگ مہیا کر کے اسے مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ ابو سفیان کا قافلہ جس کے روکنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے نکلے۔ جب صحیح وسلامت بچ کر مکہ میں پہونچا۔ تو اس کا تمام سامان محفوظ رکھا گیا۔ اور اس کے ذریعہ اُحد کی لڑائی کے لئے تیاری کی گئی۔

پس دشمن کے شر سے بچنے اور اس کی طاقت کو توڑنے اور اس کو صلح کی طرف مائل کرنے کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ ان قافلوں کی روک تھام کی جائے۔ اور وُہ شخص نہائت ظالم ہے جو ان واقعات سے جان بوجھ کر اپنی م

م آنکھ بند کر لیتا۔ اور ان قافلوں کی روک تھام کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ڈاکو اور قزاق رکھتا ہے۔

مسیحی مشنری اگر یہ اعتراض کرنے میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ تو وہ اپنی قوم کا نام دشمن کے تجارتی جہازوں کی روک تھام کی وجہ سے کیوں ڈاکو اور لٹیرا نہیں رکھتے؟

اسلام میں غیر مسلم رعایا کے حقوق کی حفاظت

حقوق انسانی میں سے سب سے بڑا حق قصاص کا ہے۔ یعنی قتل کے معاملہ میں فاتح اور مفتوح دونوں کے حقوق برابر سمجھے جائیں اس بارے میں مسلمانوں نے جو مثالیں قائم کی ہیں۔ وہ اس رواداری اور حسن سلوک کا بہترین نمونہ ہیں۔ جو اسلام مفتوحہ اقوام کے ساتھ روا رکھتا ہے۔ قبیلۂ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمر رضؓ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے حکم دیا۔ کہ قاتل کو فوری طور پر مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور انہوں نے اسکو قتل کر دیا۔ حضرت علی رضؓ نے یہ اعلان فرمایا کہ من کان لہ ذمتنا فدمہ کدمنا ودیتہ کدیتنا۔ یعنی جو لوگ غیر مذاہب میں سے ہماری رعایا بن چکے ہیں۔ ان کا خون ہمارا خون ہے۔ اور ان کا خون بہا ہمارا خون بہا ہے۔ آپ کے عہد خلافت میں بھی ایک مسلمان نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ اس پر آپ نے حکم دیا۔ کہ اس مسلمان کو قتل کیا جائے۔ مقتول کے ورثاء آپ کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم نے خون معاف کر دیا ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا تم پر کسی نے دباؤ تو نہیں ڈالا اور جب انہوں نے کہا۔ کہ ہم اپنی مرضی سے معاف کر رہے ہیں تو آپ نے کہا۔ بہت اچھا جب تم معاف کرتے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ اور انہوں نے بھی یہی حکم دیا۔ کہ قاتل مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا

دوسری چیز مالی حقوق ہیں۔ اس معاملہ میں بھی مسلمان اور ذمی برابر سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ ذمیوں کے قبضہ میں جسقدر زمینیں تھیں۔ زمانہ اسلام میں ان تمام کو بحال رکھا گیا۔ یہاں تک کہ خلیفۂ وقت اور بادشاہ کو بھی اگر مسجد یا کسی اور عمارت کے لئے زمین درکار ہوتی تو وہ معاوضہ دے کر خرید تے۔ حضرت عمر رضؓ کے عہد میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے گھوڑوں کے لئے ایک اصطبل بنانا چاہا اور اسکی آپ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے ابو موسےٰ اشعری کو جو بصرہ کے گورنر تھے لکھا۔ کہ اگر وہ زمین ذمیوں کی نہ ہو اور اسمیں ذمیوں کی نہروں اور کنوؤں کا پانی نہ آتا ہو تو سائل کو دے دی جائے۔

حضرت عمر رضؓ کے عہد میں کوفہ میں جو جامع مسجد بنی اس میں کچھ ملبہ حیرہ کے قدیم زمانہ کے محلات اور ایوانوں کا بھی تھا۔ اور اگرچہ انکا کوئی قانونی وارث نہ تھا مگر تاہم چونکہ زمین ذمیوں کی تھی۔ اس لئے ذمیوں کو ان کی قیمت ان کے جزیہ میں مجرا دی گئی۔ خلیفہ منصور عباسی نے جب بغداد کو دارالخلافہ بنانا چاہا۔ تو ارد گرد کی قوموں سے جو وہاں کی زمیندار تھیں قیمت دیکر زمین مول لی۔

پھر حقوق کے ضمن میں سب سے اہم مقام مذہب کو حاصل ہے۔ مگر اس بارہ میں بھی اسلام کی جو تعلیم ہے وُہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاہدہ سے ظاہر ہے۔ جو آپ نے نجران کے عیسائیوں سے کیا۔ بلاذری اور طبری وغیرہ میں سینکڑوں معاہدات اصل الفاظ میں مذکور ہیں۔ جن میں بالصراحت تحریر ہے کہ کسی کے مذہب سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر حضرت خالدؓ کے ایک معاہدہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ انہوں نے جب حیرہ پر فتح حاصل کی تو یہ معاہدہ لکھ دیا۔ کہ ان کے گرجے برباد نہیں کئے جائیں گے۔ اور نہ ان کو سنکھ بجانے سے روکا جائے گا۔ اور نہ عید کے دن صلیبیں نکالنے سے روکا جائے گا۔

غرض اسلامی حکومت میں مسلمان اور ذمی عموماً یکساں حیثیت رکھتے تھے۔ سرکاری مناصب میں معاملات میں اور عام معاشرت میں فاتح اور مفتوح میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگیں اور مغربی مصنفین

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ وُہ کسی انسان کی مذہبی۔ تمدنی معاشرتی یا اقتصادی آزادی میں محض اختلافِ عقیدہ کی بنا پر مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ مذہبی تعلقات کو انسانی تعلقات سے ممیز کرتا ہے۔ وُہ جنگ وجدل اور دنگ فساد کا مذہب نہیں۔ بلکہ صلح وآشتی اور پیار ومحبت کا علمبردار ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مخالفین نے کتنے بے پناہ مظالم کئے۔ وُہ کون سی تکلیف تھی۔ جو آپ کو اور آپ کے متبعین کو محض اختلافِ مذہب کی وجہ سے نہ دی گئی۔ یہ مظالم اس قدر واضح ہیں۔ کہ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ مختصر یہ ہے۔ کہ آپ کو مجبور ہو کر وطن مالوف کو خیرباد کہنا پڑا۔ اور وُہ بھی رات کے وقت۔ آپ جس خطرہ میں گھرے ہوئے تھے اس کا اندازہ کرنے کے لئے صرف یہ جاننا کافی ہے۔ کہ آپ تین روز اور تین راتیں مسلسل ایک غار میں مستور رہے۔ اور رات کے وقت بھی وہاں سے نکل کر سفر کو جاری نہ رکھ سکے۔ اس قدر مخالف حالات میں جب آپ محض اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں مدینہ منورہ پہونچ گئے۔ تو دُشمنوں نے وہاں بھی چین کے ساتھ آپ کا رہنا گوارا نہ کیا۔ اور بار بار چڑھائیاں کرنے لگے۔ اہل مدینہ کو مرعوب کر کے آپ سے علیحدہ ہو جانے پر آمادہ کرنا چاہا۔ مدینہ کے یہود کے ذریعہ فتنہ انگیزی کا سلسلہ شروع کر کے آپ کے لئے مشکلات پیدا کرنے کی کوششیں کیں حتےٰ کہ جب ان کی طرف سے ایذارسانی حد انتہا کو پہونچ گئی۔ تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو مدافعت کی اجازت حاصل ہوئی۔ اور آپ نے مقابلہ کیا۔ آپ نے جو جنگیں کیں۔ وُہ سب کی سب دفاعی تھیں۔ لیکن کس قدر ظلم ہے۔ کہ ایسی جنگوں کے متعلق جو اس قدر مظلومیت۔ بُردباری۔ صبر اور ضبط کے بعد مجبوراً کی گئیں۔ ان کے متعلق بعض مصنفین بالخصوص یورپ کے بعض عیسائی مصنفین یہ کہتے ہیں۔ کہ وُہ جارحانہ اور اشاعتِ اسلام یا حصُول جزیہ کے لئے تھیں

ایک مشہور عیسائی مصنف میجر آر۔ ڈی اوسبورن نے اپنی کتاب "اسلام زیر حکومت عرب" میں لکھا ہے:۔

"مسلمانوں کا ایک عام فرض جس کی پابندی ان کے لئے لازمی قرار دی گئی تھی۔ یہ ہے۔ کہ وُہ کافروں پر خدائی انتقام نازل کرنے کا وسیلہ بنیں۔ ان کو قتل کیا جائے تاوقتیکہ وُہ جزیہ ادا نہ کریں۔ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ان کو کچھ اور تکلیف نہ دی جائے۔ یہاں تک کہ وُہ خود ہی جہنم میں داخل ہو جائیں"

(صفحہ ۲۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۶۷ء)

سر ولیم میور نے اپنی کتاب سیرت محمدی جلد چہارم کے صفحہ ۳۹۹ پر لکھا ہے:۔

"مذہبی مزاحمت نے آزادی کی جگہ۔ اور زبردستی نے ترغیب کی جگہ جلد لے لی۔ اسلام کا امتیازی نشان اب یہ کلمہ ہو گیا۔ کہ جہاں پاؤ۔ کافروں کو قتل کرو۔ خدا کی راہ میں لڑو۔ یہاں تک کہ مخالفت کچلی جائے۔ اور دین صرف خدا ہی کا ہو جائے"

بعض اور مصنفین نے بھی اسی قسم کی آراء کا اظہار کیا ہے۔ اور ان کی تردید قرآن کریم کی تعلیم۔ احادیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عمل اور صحیح تاریخی واقعات سے احمدیہ لٹریچر میں بکثرت کی جا چکی ہے۔ اس وقت بعض مغربی فضلاء کی آراء ہی ایسے لوگوں کی تردید میں پیش کی جاتی ہیں۔ تا معلوم ہو سکے۔ کہ معترضین سے زیادہ بلند علمی پوزیشن کے مغربی محققین ان کے اس قسم کے خیالات سے قطعاً متفق نہیں ہیں"۔

مسٹر ایڈورڈ ولیم لین گزشتہ صدی کے مشہور مورخین میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب ماڈرن ایجپشن نام کی لکھی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۱۷ (مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۱ء) پر آپ لکھتے ہیں:۔

۱۔ "میں ان علماء کی رائے سے نیز اس خیال سے جو یورپ میں پھیلا ہوا ہے۔ غلطی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور میں نے جہاد کے قوانین کو زیادہ سخت ظاہر کیا تھا۔ مگر جب قرآن کو احتیاط سے مطالعہ کیا۔ تو اس کے الفاظ ومفہوم کے موافق اور نیز فقہ حنفی کے موافق میں نے ان قوانین کو ایسا سخت نہیں پایا۔ میں مسٹر ارکوہارٹ کا ممنون ہوں۔ کہ صاحب موصوف نے مجھے اس بات کی ضرورت سمجھائی۔ کہ میں اپنے سابقہ بیان پر جو جہاد کے متعلق تھا۔ نظر ثانی کروں۔ اور مجھے اپنے اس عقیدہ کو ضرور ظاہر کر دینا چاہیئے کہ قرآن کے سیاق کلام پر نظر کرنے کے بعد اس میں سے کوئی ایسا حکم نہیں نکلتا۔ جس سے اشتعال طبع کے سوا کسی اور حالت میں جنگ کرنا صحیح قرار دیا جا سکے"۔

۲۔ جیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:۔

"سپین کے بنی امیہ خلفاء کی حکومت کی ایک مشہور ومعروف بات قابلِ بیان ہے۔ کیونکہ اس سے سپین کے ہمعصر یعنی عیسائی اور پچھلے بادشاہوں کے مقابلہ میں بلکہ اس انیسویں صدی کے زمانہ تک ان بادشاہوں میں بڑی عمدگی پائی جاتی ہے۔ یعنی ان کا عام طور سے دوسرے مذاہب کو مذہبی معاملات میں آزادی کا دینا"

جب اتنے لمبے عرصہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین بھی مذہبی معاملات میں اس قدر آزادی پسند تھے۔ تو خود آپ کے متعلق یہ خیال کرنا کہ آپ مذہبی آزادی کو گوارا نہ رکھتے تھے کتنا بڑا ظلم ہے۔

۳۔ مسٹر گاڈفری ہگنز لکھتے ہیں:۔

"کوئی بات ایسی عام نہیں ہے جیسی کہ پادریوں کی زبانی اسلام کی مذمت اس وجہ سے سننے میں آئی ہے۔ کہ اس میں تعصب زیادہ ہے۔ اور دوسرے مذہب کو آزادی نہیں ہے۔ یہ عجیب زعم اور محض ریاکاری ہے۔ وُہ کون تھا۔ جس نے خود مسلمان باشندگان سپین کو بایں وجہ کہ وُہ عیسائی مذہب قبول نہیں کرتے تھے۔ جلا وطن کر دیا تھا۔ اور وہ کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو کے لاکھوں باشندوں کو قتل کیا تھا۔ اور ان سب کو بطور غلام کے دیدیا تھا۔ اس وجہ سے کہ وُہ عیسائی نہ تھے مسلمانوں نے بمقابلہ اس کے یونان میں کیا کیا۔ کئی صدیوں سے عیسائی امن وامان کے ساتھ اپنی ملکیت پر قابض چلے آتے ہیں اور ان کے مذہب ان کے پادریوں۔ ان کے بشپ۔ ان کے بزرگوں اور ان کے گرجاؤں کی نسبت دست اندازی نہیں کی گئی ہے"

۴۔ اخبار ایسٹ اینڈ ویسٹ میں ایک یورپین مصنف لکھتا ہے:۔

"اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی۔ کسی کو ایذا نہیں پہونچائی۔ کوئی مذہبی عدالت دیگر مذہب والوں کو سزا دینے کے لئے قائم نہیں کی۔ اور کبھی اسلام نے لوگوں کے مذہب کو بجبر تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا۔ ہاں اس نے اپنے مسائل کا جاری ہونا چاہا۔ مگر اس کو جبراً جاری نہیں کیا اسلام کی تاریخ میں ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہے۔ جو دوسرے مذہب کو غیر آزاد رکھنے کے بالکل خلاف ہے"..... (بحوالہ حیات جاوید مصنفہ مولانا حالی جلد دوم صفحہ ۱۴۲)

۵۔ فلسطین کے ایک عیسائی شاعر لامارٹین کا قول ہے۔ کہ صرف مسلمان ہی تمام روئے زمین پر ایک قوم ہیں۔ جو دوسرے مذاہب کو آزادی سے رکھتے ہیں:۔

۶۔ ایک اور انگریز سیاح سیلڈن لکھتا ہے۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"مسلمان حد سے زیادہ دُوسرے مذاہب کو آزادی دیتے ہیں۔"

یہ اور اسی قسم کی متعدد آراء ہیں جن سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام دراصل مذہبی آزادی اور رواداری کا مذہب ہے اور اس کی لڑائیوں کو جو لوگ اشاعت اسلام یا دوسروں سے جزیہ کی وصولی کا بہانہ قرار دیتے ہیں۔ وُہ اپنے ہم مذہب اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے نزدیک بھی غلطی پر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جنگ کے لئے بہانے تلاش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ صلح و آشتی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ چنانچہ مسٹر ایڈورڈ گبن نے اپنی کتاب تاریخ زوال سلطنت روم جلد ششم کے صفحہ ۲۴۵ پر لکھا ہے۔

(۷) "قدرتی یعنی تمدن کی ابتدائی حالت میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ بزور اسلحہ اپنی جان و مال کی حفاظت کرے اپنے دشمنوں کے تشدد کو دفع کرے یا بطور انتقام ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے۔ اور اپنی مخالفت کو اطمینان اور انتقام کی ایک حد تک وسعت دے۔ عرب کے آزاد تمدن میں رعایا اور صاحب اقتدار قبائل کے فرائض میں کچھ یوں ہی سا فرق تھا۔ اور اس حالت میں جبکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک صلح جو اور خیر اندیش تبلیغ کر رہے تھے۔ آپ اپنے ہم وطنوں کی نا انصافی کا شکار ہو کر جلاوطن کئے گئے۔"

(۸) سر ولیم میور کو بھی معترضانہ ذہنیت کے باوجود ایک جگہ یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ "مسلمانوں کے مکہ سے نکالے جانے کی وجہ سے ان کی جنگیں بجا اور حق بجانب تھیں۔" (سیرت محمدی جلد سوم صفحہ ۷۹)

(۹) میجر وانز کینیڈی نے اپنی تصنیف "خیالات محمد کی خصلت پر" جلد سوئم صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے۔

"اس میں شک نہیں کہ جنگ کی سب سے پہلی ابتدا قریش کی وُہ سازش تھی جو انہوں نے آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قتل کے لئے کی تھی جبکہ آپ اپنی جان بچانے کے لئے مکہ سے نکلے۔ اور خود آپ اور آپ کے پیرو اپنے مال و متاع سے محروم کئے گئے اور یہاں تک مجبور ہوئے کہ ان کی معاش کا دارو مدار اہل مدینہ کی مہمان نوازی پر رہ گیا"۔

ان چند ایک اقتباسات سے حقیقت حال پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اور یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں اسلام کی اشاعت یا وصولیٔ جزیہ کے لئے نہیں تھیں۔ بلکہ مجبوری کے ماتحت اور محض مدافعت کی غرض سے تھیں ٭

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے

اور

معزز غیر مسلم اصحاب

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰے نے سیرۃ النبی کے جلسوں کے متعلق تحریک ایک ایسی مبارک تحریک ہے۔ کہ اس سے قبل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شان اقدس کے اظہار کے لئے ہر سال ایسا شاندار مظاہرہ کبھی نہیں ہُوا۔ اس تحریک سے جہاں مسلمانوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بے مثل صفات کا صحیح اور تفصیلی علم ہُوا۔ وہاں غیر مسلموں کی ایک بہت بڑی تعداد کے قلوب میں آپ کی ذات والاصفات سے عقیدت و اخلاص پیدا ہو گیا۔ اور ان کی بہت سی غلط فہمیاں رفع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایسے صاحب علم اور حق پسند بھی کھڑے ہو گئے۔ جو بھرے مجمعوں میں سٹیجوں پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھنے لگے۔ ایسے ہی معزز اور شریف اصحاب میں سے چند ایک کی تقریروں کے نہایت مختصر اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) پٹنہ کے جلسہ سیرت النبیؐ میں مشہور ہندو لیڈر مسٹر پی کے سین نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"رسول عربی کی زندگی نہ صرف عرب بلکہ تمام نئی اور پرانی دنیا کے لئے نمونہ ہے۔ آپ نے کہا توحید اور معرفت الٰہی آپ کی تمام تعلیم کا نچوڑ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کی آواز آپ نے دنیا میں بلند کی۔ اور اس آواز کی طاقت سے آپ نے باوجود شدید مخالفت کے اس زمانہ کی تمام برائیوں کو ہزیمت دی۔ آپ نے سوائے خود حفاظتی کے کبھی تلوار کا استعمال نہیں کیا۔ آپ سے زیادہ کوئی شخص حلیم الطبع اور نرم دل نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کی ذات پر جبر کا الزام لگانا بے بنیاد جھوٹ اور پاجیانہ حرکت ہے۔"

سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کی تحریک کے متعلق فرمایا۔

"ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کا سدباب صرف اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی عزت کی جائے۔ اور اس طریقہ کو چھوڑ کر خواہ کس قدر بھی پیکٹ اور معاہدات کئے جائیں۔ ملک کی بدامنی دور نہیں ہو سکتی اس کے دُور کرنے کا صرف یہی طریقہ ہے۔ کہ ایسے جلسے منعقد کئے جائیں۔ اور لوگ ایک دوسرے کے مذہبی راہنماؤں کی عزت کرنا سیکھیں۔"

(۲) جناب لالہ رام چند صاحب منچندہ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ لاہور نے لکھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ لکھے پڑھے ہندوؤں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے متعلق صحیح واقفیت ہو۔ اور وہ ہندو ہوتے ہوئے بھی ان کی عزت کریں۔ اور ان کے کام کی قدر دانی۔ اس وقت دونوں ہندو مسلم دل و دماغ تعصب کے روگ سے میلے ہو رہے ہیں۔ اور انصاف اور حق کو برطرف کر کے سوائے ایک دوسرے کے لیڈروں کی برائیوں کے اور کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ اس صدیوں کی میل کو دور کرنا بے شک مشکل کام ہے۔ اور میں چاہتا تھا۔ کہ اس کی ابتدا مسلم بھائیوں کی طرف سے ہو۔ سو خوشی کا مقام ہے۔ کہ اس کا آغاز ہو گیا۔"

(۳) کلکتہ کے جلسہ سیرت النبیؐ میں ایک تعلیم یافتہ ہندو خاتون مسز اندھالا لکھا دھر نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ

"اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنی محبت اور کامل مساوات کی تعلیم سے پھیلا ہے۔"

(۴) لاہور کے جلسہ سیرت النبی میں سردار موہن سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور نے کہا

"پیغمبر اسلام امن اور جنگ دونوں کو ہمراہ لائے۔ امن اس لئے کہ آپ نے سچائی نیکی اور شرافت کو دنیا میں قائم کرنا تھا۔ اور جنگ اس لئے کہ بدی کا استیصال کرنا تھا۔"

(۵) کندراپاڑا اڑیسہ کے جلسہ سیرۃ النبی میں بابو پرہلاد صاحب نے کہا۔

"یہ جلسہ جو جماعت احمدیہ کی کوشش سے ہُوا ہے۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کے لئے یہ زبردست تدبیر ہے احمدیہ جماعت کے ہم بہت ممنون ہیں۔ کہ وہ ہم کو حضرت محمد کے جیون سے واقف کراتی ہے۔ اور ہماری طرف محبت کا ہاتھ لمبا کرنے میں سبقت کرتی ہے۔"

(۶) شہر سیالکوٹ کے سیرۃ النبیؐ کے جلسہ میں پنڈت دینا ناتھ صاحب شرما ایم۔ اے۔ پروفیسر مرے کالج سیالکوٹ نے اپنی تقریر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شمع ہدایت قرار دیتے ہوئے کہا:۔

"اسلام میں ایسی سادگی ہے۔ جو امیر و غریب سب کو مسخر کر لیتی ہے۔ اور یہ بات غلط ہے۔ کہ اسلام بزور تلوار پھیلا۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہدایاتِ سرورِ کائنات

دربارہ غزوات

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

جنگ کے بارے میں احکامِ رسولؐ
گر امورِ مذہبی میں جبر ہو
ہو اشاعت دین کی دشمن سے بند
کردے حملے کی مخالف ابتدا
تو لڑائی کی اجازت ہے تمہیں
ہاں مگر بھولو نہیں غیر از امام
جب لڑائی ہو تو صرف ان پر ہو وار
بچوں۔ بوڑھوں۔ عورتوں کو چھوڑ دو
باغ یا سرسبز پھل والے درخت
ہر عبادت گاہ کا ہو احترام
مثلہ کرنا منع ہے۔ ایسا نہ ہو۔
حملہ ہو آگاہ کردینے کے بعد
مدعا یہ ہو۔ ضمیر آزاد ہو۔
نعش کی بے حرمتی جائز نہیں
خادمانِ دیں کی تم عزت کرو۔
صلح کا پیغام پہونچے مان لو۔
قیدیوں سے چاہیئے حسنِ سلوک
کام تھوڑا۔ اور اچھا ہو طعام
فتح کرکے منع ہے غارت گری
مشرکوں سے جو کوئی مانگے پناہ
جو کہے "اسلام لایا" مان لو۔
اعتبار اس کی زباں پر ہو وہیں
الغرض ہر طرح سے ہو۔ احتیاط
عہد ناموں کی ہے پابندی ضرور
ان کے اک اک لفظ کو پورا کرو۔
"جزیہ" ہے حقِ حفاظت۔ اس لئے
اب تو دینی جنگ کا ہے خاتمہ
امن کا شہزادہ مہدیؑ آچکا
رہ گیا تبلیغ کا اکبر جہاد
دیں دلائل سے مسائل کا جواب
مال و جاں حاضر کریں سب شاد شاد
نثر میں فرمائشِ مضمون تھی
اس لئے یہ نظم ہی لکھ دی گئی
پیش کرتا ہوں بہ اخلاص و شغف

صدقِ دل سے مومنو! کرلو قبول
اور ناممکن تمہارا صبر ہو
اور پہنچتا مال و جاں کو ہو گزند
اور وہ توڑے ستم لاانتہا
اور حملے کی بھی رخصت ہے تمہیں
خود بخود کرنا نہ جنگی اہتمام
جو کہ تم سے کر رہے ہوں کارزار
رحم سے ٹوٹے دلوں کو جوڑ دو۔
ہے اجاڑے کی مناہی ان کی سخت
شہریوں کا ہو نہ ہرگز قتلِ عام
اور دشمن سے کبھی دھوکا نہ ہو۔
صلح کی کوشش بھی کرلینے کے بعد
خانۂ دیں صدق سے آباد ہو۔
دیکھنا ایسا نہ کر بیٹھیں کہیں۔
ان میں سے کوئی بھی بے حرمت نہ ہو
خواہ اس میں اپنا ہی نقصان ہو
عفو کرتے رہیئے ان کی بھول چوک
فدیہ دے کر چھوٹ سکتے ہیں تمام
لوٹنا جائز نہیں ہوگا کبھی
اس کو دکھلا دو تم اسکے گھر کی راہ
یہ نہیں۔ بے وجہ۔ جھوٹا جان لو
چیر کر دل دیکھنا ممکن نہیں
لازمی ہے مومنوں کو۔ احتیاط
کیونکہ غادر رحمتِ حق سے ہے دُور
خواہ کچھ نقصان ہی دنیا میں ہو
ذمیوں سے اس کو لینا چاہیئے
یعنی اگلے رنگ کا ہے خاتمہ
اور جھنڈا صلح کا لہرا چکا۔
اس میں حصہ جوش سے لیں سب عباد
تا نہ رہنے پائے باقی ارتیاب
کام یہ ہے دو ٔنہ خرط القتاد
طبع عاجز حاضر و موزون تھی
اور یوں تعمیلِ فرماں کی گئی
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

ہدیۂ اکمل بہ دربارِ رسولؐ
اے مرے اللہ ہوجائے قبول

اسلامی جنگیں

مطلعِ ثالث

از جناب خان ذوالفقار علی خان صاحب

جنگِ یورپ نے کیا مطلعِ ثالث عنواں
میں نے ۳۷ء سنہ کے جلسے میں پڑھے تھے یہ شعر
دورِ حاضر کی ہے جنگوں میں ہلاکت مقصود
چھوٹے بچوں کو ضعیفوں کو یہ کرتے ہیں ہلاک
ظلم پر ان کی بِنا۔ حرص و ہوا ان کا سبب
ملک کو لوٹ کے قوموں کو غلامی بخشیں
بربریت کا کوئی اس سے بھی منظر ہے سوا
ان کی جنگیں ہی انہیں ظلم کا بدلہ دینگی
آؤ اسلام میں دُنیا کی مہذب قومو!
شعلۂ جنگ کی اب دیکھیئے عالمگیری
اس ہلاکت سے ہے محفوظ نہ خشکی نہ تری
موت نے چاروں طرف سے انہیں گھیرا ایسا
آسماں بر سر پیکار ہے۔ دوزخ ہے کھلی
آگ میں جھونک رہے ہیں جو لئے تھے جرّ
عیسوی مائدہ کی نعمتیں اب ختم ہوئیں
اب بچائے گا نہ گرجا نہ صلیب و تثلیث
میں نے پہلے جو کہا تھا۔ وہی پھر کہتا ہوں
آؤ اسلام میں دُنیا کی مہذب قومو۔
احمدیت نہیں۔ ہے بعثت ابراہیمی
آگ ہے اس کی غلام اور غلاموں کی غلام
آگ کو حکم ہے برداً و سلاماً ہوجا
احمدیت کو تم اسلام حقیقی سمجھو
جنگ اسلام میں جائز ہے اسی صورت میں
اس کی تعلیم میں منتوں کی نہیں گنجائش
یعنی ہر قوم میں اللہ نے بھیجے ہیں نبی
فطرتی حق ہے کہ آزاد رہے ہر مذہب
معبدوں کو نہ ضرر پہونچے کسی حالت میں
میری تعریف بھی ایسی نہ کرو جس سے کبھی
جو صداقت کسی مذہب میں ہے تسلیم کرو
دُنیوی باتوں میں ہر قوم سے ملکر رہنا
دُشمنوں سے بھی کرو ہوسکے گر حسنِ سلوک
عفو اور رحم کو ملحوظ ہمیشہ رکھو
قومیت۔ نسل ہو یا رنگ ہو یا ملت ہو
تم کو لازم ہے رکھو حفظ مدارج کا لحاظ
ہاں نہیں فرق کبھی حق و عدالت کیلئے
قومیں جب اس پہ ہوں عامل تو بتاؤ تو سہی
گوھر اپنی یہ دُعا ہے کہ خدا کی توحید

مجھ کو دوہرانا ہے پھر مطلعِ ثانی کا بیاں
مغربی جنگوں کا دکھلایا تھا دنیا کو سماں
اور بربادی املاک و نفوس و ساماں
عورتیں ان سے نہ بچتی ہیں نہ گرجا نہ مکاں
جبر سے لاتے ہیں قوموں کو یہ زیرِ فرماں
خون پی پی کے غریبوں کا بنیں خود سلطاں
زخمیوں اور معالج پہ ہوں یہ شعلہ فشاں
خود بناتے ہیں یہ اپنے لئے مہلک ساماں
تاکہ اللہ کی جانب سے ملے امن و اماں
مبتلا اس میں نظر آتا ہے اب سارا جہاں
کرۂ بادیہی طیاروں سے ہے شعلہ فشاں
نہ مکانوں میں اماں ان کو نہ جنگل میں اماں
آگ کے شعلوں میں رقصاں ہے حیاتِ انساں
اپنے ہاتھوں سے وہ سب عیش و طرب کے ساماں
ہو چکی عید یہ ہے وقت وعیدِ قرآں
اس مرض کا ہے فقط دامنِ احمدؑ درماں
حضرت عیسےٰ موعود کا سمجھو یہ بیاں
تاکہ اللہ کی جانب سے ملے امن و اماں"
آگ کے شعلوں کو کر دیتی ہے گلزارِ جناں
کیوں ہمیشہ نہ رہے تابع اذن و فرماں
جنگ کے شعلوں کا دنیا میں نہ ہو تا امکاں
اور اسلام میں جنگوں کا نہیں نام و نشاں
جب کسی طرح سے قائم نہ رہے امن و اماں
اور تعلیم بھی فطرت کے مطابق آساں۔
ان کی تعظیم بھی واجب ہے بحکمِ قرآں
جبر و اکراہ کا دیں میں نہ کبھی ہو امکاں
جو بتوں کا ہے مذمّم وہ بہت ہے ناداں
اور نبیوں کی ہو توہین کا جس میں امکاں
کہ صداقت ہی پہ مبنی ہے قیامِ ایماں
تاکہ دُنیا میں سلامت رہے امن اور اماں
کہ محبت ہو عیاں اور عداوت ہو نہاں
دل کی تسخیر کیا کرتا ہے حسنِ احساں
ان کی تفریق و تفوق سے بچو تم ہر آں
تاکہ محفوظ رہے عزت و شرفِ انساں
امرِ حق میں مساوی ہیں مگر خورد و کلاں
جنگ ہو کس لئے برباد ہو کیوں امن و اماں
رہے ہر زنگی و احمر پہ مسلط یکساں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جزیہ پر مخالفینِ اسلام کے اعتراض کا جواب

جزیہ کے متعلق غیر مذاہب والوں کی طرف سے اسلام پر بہت کچھ اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ کہ یہ غیر مسلموں کو جبراً اسلام میں داخل کرنے کے لئے ایک رنگ کا تشدد تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس قسم کے اعتراضات یا تو مخالفینِ اسلام کی غلط فہمی کا نتیجہ ہیں یا اس امر کا ثبوت کہ جوشِ عداوت میں وہ الزام تراشی کو بھی عیب نہیں سمجھتے؛

اسلامی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جہاد فرض ہوُا۔ تو ہر مسلمان جنگی خدمات ادا کرنے کا پابند قرار دے دیا گیا۔ ان لڑائیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتوحات عطا فرمائیں۔ اور بہت سے غیر مذاہب کے پیرو بھی مسلمانوں کے ماتحت آگئے جن کی حفاظت بحیثیت ایک فاتح اور حکمران کے مسلمانوں کو کرنی پڑتی تھی۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ وُہ غیر مذاہب کے لوگ جو اسلامی حکومت کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور جن کی حفاظت کی ذمہ واری مسلمانوں پر عائد ہوتی تھی۔ ان کو فوجی خدمت پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ تو ہوسکتا تھا۔ کہ جو غیر مسلم برضا و رغبت اسلامی فوج میں شریک ہونا چاہیں ان کو شریک کر لیا جائے۔ مگر جبری طور پر مسلمان نہیں چاہتے تھے کہ ان کو اپنے ساتھ شامل کریں۔ پس چونکہ ایک طرف انہیں جبری طور پر اسلامی فوج میں شامل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور دوسری طرف مسلمانوں پر ان کی جان و مال اور املاک وجائداد کی حفاظت کا فرض عائد ہوتا تھا۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ایسے غیر مسلم اپنی حفاظت کے اخراجات کے لئے حکومت کو کوئی معین رقم ادا کریں۔ یہی وُہ معاوضہ ہے۔ جس کا نام جزیہ ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفائے راشدین کے جو معاہدات تاریخی کتب میں موجود ہیں ان میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ کہ جزیہ غیر مسلم رعایا کی حفاظت کا معاوضہ ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک قوم پر جزیہ عائد فرماتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے کہ یحفظوا و یمنعوا یعنی ان لوگوں کی حفاظت کی جائے۔ اور انہیں دشمنوں کے حملوں سے بچایا جائے (فتوح البلدان بلاذری صہ۵۹) حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی وفات کے قریب جو وصایا فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ غیر مذاہب والے جو ہماری رعایا ہیں وہ خدا اور رسول کی ذمہ واری میں ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی طرف سے ان کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

پس جزیہ صرف غیر مسلموں کی حفاظت کا معاوضہ تھا۔ اور غیر مذاہب والے جو مسلمانوں کی رعایا تھے۔ یہی سمجھ کر یہ معاوضہ ادا کیا کرتے تھے۔ اس پر بعض اور اسلامی معاہدات سے بھی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ حضرت خالد ابن ولید نے صلوبا بن نسطونا اور اس کی قوم سے جب معاہدہ کیا۔ تو یہ الفاظ تحریر فرمائے۔ کہ انی عاھدتکم علی الجزیۃ والمنعۃ فلک الذمۃ والمنعۃ ما منعناکم فلنا الجزیۃ والا فلا۔ یعنی میں نے تم سے جزیہ اور محافظت پر معاہدہ کیا ہے۔ پس تمہاری حفاظت کی تمام ذمہ واریاں ہم پر عائد ہیں۔ جب تک ہم تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے۔ ہمیں تم سے جزیہ کے وصول کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ ورنہ نہیں۔ اسی طرح اسلامی عمال نے عراق عرب کے اضلاع میں وہاں کے باشندوں کے لئے جو عہدنامے مرتب کئے۔ اور جن پر بہت سے صحابہ کے بھی دستخط تھے۔ ان کے الفاظ بھی ایسے ہی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں عراق کی رعایا نے یہ تحریر لکھی کہ "ہم نے وہ جزیہ ادا کردیا ہے۔ جس پر خالد سے ہم نے معاہدہ کیا تھا۔ اس شرط پر کہ مسلمان یا کوئی اور قوم اگر ہمیں کوئی تکلیف پہونچائے گی تو مسلمانوں کی جماعت اور ان کے افسر ہماری حفاظت کے ذمہ وار ہوں گے۔"

سنہ ۱۴ہجری میں یزدگرد کے پاس جب صحابہ گئے۔ تو نعمان بن مقرن نے جو سفارت کے سردار تھے۔ گفتگو کے خاتمہ پر کہا۔ ان اتقیتمونا بالجزاۃ قبلنا و منعنا کم۔ یعنی اگر جزیہ ادا کروگے تو ہم اسے قبول کرکے تم سے لڑائی بند کردیں گے۔ اور تم کو تمہارے دشمنوں کے حملوں سے بچائیں گے۔

پھر اسلام میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ کہ جب کسی غیر مسلم قوم نے فوج میں شامل ہونا منظور کرلیا۔ تو وُہ جزیہ سے بری قرار دے دی گئی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں جب حبیب بن مسلمہ نے جراجمہ پر فتح پائی تو ان لوگوں نے فوجی خدمات کے لئے اپنے آپ کو پیش کردیا۔ اس وجہ سے وُہ تمام قوم جزیہ سے مستثنیٰ قرار دے دی گئی۔ بنطیوں اور ان کے ساتھ کی ملتی جلتی آبادیوں نے بھی جراجمہ کی طرح فوجی خدمات کو ترجیح دے دی۔ اور وہ بھی جزیہ سے مستثنیٰ کردی گئیں۔ خلیفہ واثق باللہ عباسی کے زمانہ میں وہاں کے عامل نے غلطی سے ان لوگوں پر ایک دفعہ جزیہ لگادیا۔ تو انہوں نے خلیفۂ وقت کے پاس شکائت کی۔ انہوں نے ان لوگوں کو جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اور فیصلہ کیا۔ کہ عامل نے جزیہ عائد کرکے غلطی کی ہے۔

جزیہ کے مصارف یہ تھے کہ لشکر کی آراستگی۔ سرحد کی حفاظت اور قلعوں کی تعمیر اور اگر کچھ رقم بچتی تو سڑکوں اور پلوں کی تیاری پر صرف کی جاتی۔ بیس برس سے کم اور پچاس برس سے زیادہ عمر والے۔ عورتیں۔ مفلوج۔ معطل العضو۔ نابینا۔ مجنون مفلس۔ (یعنی جس کے پاس دو سو درم سے کم ہوں) جزیہ سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے۔ جزیہ کی عام شرح چھ روپیہ سالانہ تھی۔ اور زیادہ سے زیادہ بیس روپے سالانہ فی کس۔ خواہ کسی کے پاس لاکھوں روپے کیوں نہ ہوں۔

یہ ہے وُہ جزیہ جس پر مخالفین اسلام اعتراض کرتے ہیں۔ اور جسے اسلام میں جبری طور پر لوگوں کو شامل کرنے کا ایک ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ کیا دُنیا کا کوئی انصاف پسند انسان اس ہلکے سے ٹیکس کو جس کے بعد غیر مسلموں کی اندرونی اور بیرونی حفاظت کی تمام تر ذمہ واریاں مسلمانوں پر عائد ہوجاتی تھیں قابلِ اعتراض قرار دے سکتا ہے؛

جہادِ اکبر

پہلے فساد اور تھا آج فساد اور ہے ۔۔۔ آج ہے اور معرکہ آج جہاد اور ہے
دل کا مزاج اَور ہے تن کی فساد اور ہے ۔۔۔ شعلۂ برق اور ہے خاک و رماد اور ہے
گرچہ وہی کلام ہے گرچہ وہی پیام ہے ۔۔۔ آج زمانہ اور ہے آج مناد اور ہے
پہلے تھی اور کربلا آج ہے اور کربلا ۔۔۔ آج حسین اور ہے ابنِ زیاد اور ہے
پہلے تھی خنجر و خدنگ آج ہے پر قلم کی جنگ ۔۔۔ کفر کی آج دین سے طرزِ عناد اور ہے
تو ہے مسافر ازل تو ہے مسافر ابد ۔۔۔ ایسے سفر کے واسطے توشہ و زاد اور ہے
حرص و ہوا کا سیل ہے دیکھ سنبھل کے ناخدا ۔۔۔ کشتیٔ روح کے لئے بادِ مراد اور ہے

وجد سا آگیا ہے تنویر تیرے بیان سے
بلبلِ حق نواز کا نغمۂ شاد اور ہے

خاکسار
شیخ روشن دین تنویر سیالکوٹ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جنگی قیدیوں سے سلوک

رقم فرمودہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب

آج سے تیرہ سو سال قبل سلطنتوں اور حکومتوں کے بین الاقوامی قوانین کے مطابق دو لڑنے والے فریقوں میں سے جو فریق شکست کھاتا۔ اس کے جس قدر افراد فاتحین گرفتار کر سکتے وُہ سب جنگی قیدی ہو کر فاتحین کے غلام سمجھے جاتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ جو سلوک عموماً لوگ کرتے۔ وُہ بہت سختی کا ہوتا تھا۔ مگر حضرت رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس میں ایسی اصلاحیں جاری فرمائیں۔ کہ غلامی غلامی نہ رہی۔ بلکہ غلاموں کی حالت آزاد نوکروں سے بہتر ہوگئی حضورؐ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ غلاموں کو وُہ کھانا دو۔ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وُہ کپڑا دو۔ جو تم خود پہنتے ہو۔ اور ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرو۔ اُن پر ایسی مشقت نہ ڈالو۔ جو اُن کے لئے ناقابلِ برداشت ہو۔ علاوہ ازیں رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غلاموں کو آزاد کرنے کے واسطے بہت سے ذرائع پیدا کر دیئے۔ اور اسے مومنوں کے واسطے ایک ثواب کا کام اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ قرار دے دیا۔

جنگ بدر میں جو جنگی قیدی گرفتار ہُوئے۔ وُہ اکثر ایسے لوگ تھے۔ جن کے ہاتھوں مسلمانوں کو سخت ایذائیں پہونچ چکی تھیں۔ اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکّہ سے ہجرت کرنے کے بھی وُہی باعث تھے۔ بہت سے مسلمانوں کو وُہ قتل کر چکے تھے اور اکثر مسلمانوں کی یہ رائے تھی۔ کہ ان کو سخت سزائیں دینی چاہئیں۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان میں سے امراء سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا۔ اور فدیہ بھی ہر ایک سے اس کی طاقت اور مقدرت کے مطابق لیا۔ اور غرباء کو جن کی تعداد زیادہ تھی۔ بالکل مفت چھوڑ دیا۔ اور معاف کر دیا۔ اور اُن سے بڑے رحم کا سلوک کیا۔ بلکہ بعض موقعہ پر اشیائے خوردنی کی رسد ان کو صحابہ سے بڑھ کر دی گئی۔ اور جو اسیرانِ جنگ صحابہ میں تقسیم ہوتے تھے۔ ان کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہوتا تھا۔ کہ ان کو آرام سے رکھا جائے۔ صحابہ رضؓ بعض دفعہ اُن قیدیوں کو اپنا کھانا کھلا دیتے اور خود کھجوریں کھا کر گزارا کر لیتے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر ایک شخص ابو عزیز کا بیان ہے۔ کہ مجھ کو جن انصاریوں کے سپرد کیا گیا تھا وُہ جب صبح یا شام کھانا لاتے۔ تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے۔ اور خود کھجوریں اٹھا لیتے۔ مجھ کو شرم آتی۔ اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا۔ لیکن وُہ ہاتھ بھی نہ لگاتے۔ اور مجھ ہی کو واپس دے دیتے۔ اور یہ اس بناء پر تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تاکید فرمائی تھی۔ کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اسیرانِ جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کو کپڑے دیئے قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف بہت تقریریں کیا کرتا تھا۔ بعض صحابہ رضؓ نے تجویز کی۔ کہ اس کے دو نچلے دانت نکلوا دیئے جائیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ اور فرمایا۔ کہ میں کسی کا عضو نہ بگاڑوں گا۔

جو جنگی قیدی لکھنا پڑھنا جانتے۔ ان کو صرف اتنے پر رہا کر دیا گیا۔ کہ ہر ایک قیدی دو انصار کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ چنانچہ اکثر آزاد ہوئے۔ اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود جنگی قیدیوں کے واسطے بھی رحمت ثابت ہوا۔ جب یہ جنگی قیدی اس طرح آزاد ہو کر اپنے وطن کو واپس گئے۔ تو انہوں نے رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیکیوں اور مہربانیوں اور احسانات کا ذکر اپنے خویش و قبائل اور اہلِ وطن سے کیا۔ تو بہتوں کے دل نرم ہو گئے۔ اور انہوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔

حنین کے اسیرانِ جنگ کے متعلق جب ایک معزز سفارت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئی۔ کہ ان کو رہا کر دیا جائے (یہ قبیلہ وُہ تھا۔ کہ آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ اسی قبیلہ کی تھیں۔) تو رئیس قبیلہ نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے کہا:۔

”جو عورتیں چھپروں میں محبُوس ہیں انہی میں تیری پھوپھیاں۔ اور تیری خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا۔ تو اُن سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں۔ اور تجھ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں“

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ خاندانِ عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے۔ وُہ میں تم کو دے دیتا ہوں لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے۔ کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو۔ تو تم سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس معاملہ میں صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے۔ لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کی سفارش کرتا ہوں۔ مہاجرین اور انصار فوراً بول اُٹھے۔ ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ اس طرح **چھ ہزار جنگی قیدی دفعۃً آزاد ہو گئے**۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاں دیگر تمام امور کے متعلق اصلاح کی وہاں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کے ایسے احکام جاری کئے۔ کہ آج تک اُن سے بہتر کوئی تجویز دنیا کے دانا لوگ نہیں کر سکے۔

ایک غیر مسلم اخبار کا بیان کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا

”لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا۔ مگر ہم اس رائے سے موافقت کا اظہار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ زبردستی سے جو چیز پھیلائی جاتی ہے۔ وُہ جلدی ظالم سے واپس لی جاتی ہے اگر اسلام کی اشاعت ظلم کے ذریعہ ہوئی ہوتی۔ تو آج اسلام کا نام و نشان بھی نہ رہتا۔ لیکن نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ اسلام دن بدن ترقی پر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ بانیٔ اسلام کے اندر روحانی شکتی تھی۔ منش ماتر (یعنی نوع انسان) کے لئے پریم تھا۔ اس کے اندر محبت اور رحم کا پاک جذبہ کام کر رہا تھا۔ نیک خیالات اس کی راہنمائی کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) دُشمنوں سے لڑائی کر کے تن تنہا جنگل میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہُوئے تھے۔ تو ایک قوی ہیکل آدمی برہنہ تلوار لے کر ان کے سامنے آ کھڑا ہُوا۔ اور کہا۔ اے محمد۔ اب بتا۔ تیرا خدا کہاں ہے؟ اپنے خدا کو اپنی مدد کے لئے بُلا۔ تا کہ میں دیکھوں۔ کہ تیری گردن کاٹنے سے میرے ہاتھ کو کیسے روکتا ہے؟ حضرت محمدؐ بولے اے پاگل۔ میرا خدا میرے پاس ہے۔ میری ہر وقت مدد کرنے کو تیار ہے۔ اسوقت بھی وُہ میری مدد کرے گا۔ حضرت محمد صاحب کے مونہہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ مارنے والے کا ہاتھ کانپا۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah